مسمّٰی بہ

مناہجِ اشرف

تالیف لطیف

علامہ الحاج سید شاہ محمد اشتیاق عالم شہبازی
سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ، بھاگلپور۔



دار الاشاعت
حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی خانقاہ شہبازیہ، ملاچک بھاگلپور

باسمہٖ الکریم

خانقاہِ شہبازیہ کے معمولات پر اعتراضات کے فقہی جوابات

رفع الموھومات والاشتباہ

فی معمولاتِ الخانقاہ

مسمی بہ

مناہجِ اشرف

تالیف لطیف

پیر طریقت خطیب اعظم ہند حضرت علامہ الحاج ابوالفرح سید شاہ محمد ذکی

العالم المعروف سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیا شہبازی

سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ، بھاگلپور

دارالاشاعت :

رت مولینا ولی العالم اکیڈمی خانقاہ شہبازیہ

ملا چک، بھاگلپور

نام کتاب : رفع الموھومات والاشتباہ فی معمولات الخانقاہ مسمی بہ مناہجِ اشرف
نام مؤلف : پیر طریقت حضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیا شہبازی
ناشر : شہبازیہ روحانی علمی مرکز شعبۂ نشر واشاعت مولینا ولی العالم اکیڈمی

SHAHBAZIA SPRITUAL &

EDUCATIONAL CENTRE

تعداد اشاعت : پانچ سو (۵۰۰)

سن اشاعت : ۲۰۰۴ء

ہدیہ RS. 30/-

ملنے کا پتہ :

جامعہ شہبازیہ، ملا چک، بھاگلپور ۸۱۲۰۰۲

سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ، بھاگلپور

کتاب منزل، تاتارپور، بھاگلپور، بہار

کمالیہ بک ڈپو، تاتارپور، بھاگلپور، بہار

انتساب کرتا ہوں

بحضور قطبِ فلک ولایت شہبازِ آسمانی ابوحنیفہ ثانی

مجدد مائۃ حادی عشر امام العلماءِ الرّاسخین، سید الفقہاء والمحدثین

سلطان العارفین **شہباز محمد** قدس سرہ النورانی

اور آپ کے توسل سے

جملہ سجادگان والاشان کی بارگاہ میں

عہد ماضی قریب کی فیض رساں شخصیتیں

قدوۃ الواصلین حضرت مولانا سید عابد شاہ نوری قدس سرہ

رئیس المتشرعین حضرت مولانا سید شاہ اشرف عالم قدس سرہ

رئیس المتعصرین حضرت مولانا سید شاہ رئیس العالم قدس سرہ

زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید شاہ ولی العالم قدس سرہ

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید شاہ صفی العالم قدس سرہ

تک

جنکی نگاہِ فیض سے ذرے بھی آفتاب

فقیر سراپا تقصیر محتاج کرم

سید شاہ محمد اشتیاق عالم شہبازی

سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ، ملا چک، بھاگلپور، بہار

سخن گفتن چہ مشکل

خانقاہ عالیہ شہبازیہ صوبۂ بہار کا وہ علمی وروحانی عظیم المرتبت تربیت گاہ ہے جسکا فیضان چار صدی پر محیط ہے بخارا شریف کو اولیاء اللہ کا مسکن علمائے دین کا مخزن کہا گیا ہے۔ سادات بخارا کی تر و تازہ شاخیں اپنی بے پناہ قوت ارتقا اور طاقت نمو کیساتھ کائنات ارضی میں اس تیز رفتاری سے پھیلیں کہ ہر علاقہ فیضان علم نبوت سے مشکبار ہو اُٹھا۔

سادات بخارا در غزنہ وغور و کابل و لاہور، در بنگالہ و دکن وقنوج و پنجاب و دہلی و آگرہ آباد اند۔ (تذکرۃ السادات مؤلفہ شیخ احمد بن محمود محمدی الاکبر آبادی صفحہ ۹۰)

اس کاروان فیض رساں کا ہر ایک فرد نسبت مصطفوی کا شرف رکھتا ہے۔ جس کی گرد راہ سے زندگی روشن ہوتی ہے۔ ان ہی میں ایک شخصیت حضرت سید علی ابوالموئید قدس سرہ' کی ہے۔

آپ حضرت نقی رضی اللہ عنہ کی درگاہ کے تکیہ بردار، حجۃ الاسلام مجتہد العصر حافظ وقاری بلند پایہ ہیں۔ آپ سلطان محمد خدابندہ کے دور میں بخارا شریف تشریف لائے۔ یہاں آپ نے جامعہ علویہ کی بنیاد رکھی۔ جناب غوث بہاء الدین زکریا ملتانی رحمت اللہ علیہ نے بخارا جا کر آپ سے علم وفضل حاصل کیا۔

آپ ہی کے صاحبزادہ بخارا سلسلے کے مشہور ترین بزرگ اور بخاری سادات کے جدّ اکبر کہے جاتے ہیں یعنی حضرت جلال الدین سرخ بخاری قدس سرہ' بقول بعضے سرخ پوش بخاری۔

آپکی کنیت ابوالبرکات وابو محمد، القابات میر بزرگ، میر سرخ، مخدوم اعظم، جلال اکبر، عظیم اللہ، شریف اللہ ہیں۔ (خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ صفحہ ۳۵)

ولادت ۵۹۵ھ/۱۱۹۸ء بمقام بخارا شریف

''انساب جلالی'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ بخارا سے مشہد پھر مشہد سے بخارا اور پھر ہندوستان چلے آئے

چونکہ سندھ کا علاقہ آپکے جدّ اعلیٰ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دور میں ہی فتح ہو چکا تھا، اس زمانے میں سلطان شمس الدین التمش حکمراں تھا۔ آپ ملتان میں بہاء الدین زکریا کے مہمان ہوئے وہاں سے آپ بھکّر تشریف لے گئے ''بھکّر'' سے آپ ''اُچ'' چلے آئے اور یہاں ''محلّہ بخاریان'' آباد ہوا (اسلام اور صوفی ازم تاراچند رستوگی ''شاہ جہاں کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیب'' سے متعلق ''برنیئر'' کے بارہ سالہ روزنامچہ مترجمہ، خلیفہ سید محمد حسین'' مطبوعہ نفیس اکاڈمی کراچی کے دیباچہ بعنوان زندہ پیر کے تحت مرزا علی اظہر نے تحریر کیا ہے۔

''سید جلال الدین صاحب المعروف بہ سید جلال بخاری بخارا سے شہر ملتان ۶۳۵ھ میں تشریف لائے مزار اُچ شریف ریاست بہاولپور میں مرجع خواص وعوام ہے۔ اور انکے پوتے جلال الدین ثانی المعروف بہ جہانیاں جہاں گشت کی اولاد میں سید نظام الدین ۸۰۲ھ میں دھلی سے آکر سامانہ میں آباد ہوئے (یہی سادات سامانہ کی وجہ تسمیہ ہے) یہ ایک پرانا قصبہ ہے جو پٹیالہ سے ۱۸میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

حضرت جلال الدین اعظم سرخ بخاری قدس سرہ کے صاحبزادہ سید احمد کبیر قدس سرہٗ اور اُنکے فرزندان عظیم القدر حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور سید صدر الدین عرف راجو قتال ہیں۔

''سلسلۂ انساب پدری سید عالم جناب مخدوم جہانیاں جہاں گشت بامام ہمام الزکی علی نقی رضی اللہ عنہ ایں طریق می رسد...... ودر اکثر ملفوظات چنیں آوردہ اند کہ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری خلیفۂ پیران چہاردہ خانوادہ است جدّ وے سید جلال الدین سرخ بخاری است سلسلۂ نسبش بہ جعفر ابن علی النقی می رسد (تاریخ فرشتہ صفحہ ۷۷۴ قلمی جلد ۲ پر بھی آپکا نسب نامہ اور صفحہ ۷۷۹ سے ۷۸۲ تک کافی تفصیلات مرقوم ہیں)

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سلسلے میں ''تاراچند رستوگی'' نے بڑی پر لطف بات کہی ہے کہ آپ نے قلم اور قدم دونوں سے بے پناہ کام لیا ہے'' یعنی جتنا زیادہ آپنے سفر کیا اتنی ہی زیادہ آپکی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپکا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔

آپ کے صاحبزادہ سید عبداللہ بخاری علیہ الرحمۃ الباری سے مخدومنا ومولٰنا شہباز محمد بخاری ثم دیوروی ثم بھاگلپوری کا سلسلۂ نسب ملتا ہے۔ اسی سلسلہ کے بزرگ حضرت شیخ کمال اللہ بقول بعضے (کمال الدین) حسینی الترمذی ہیں۔

سہ مخدوماں بہ سادات بخاری یک جدّی

نظام الدین وجلال وشہباز دیوروی

وسط ہند میں مملکت شریعت کے شہنشاہ، راہِ طریقت کے بادشاہ حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہٗ کی وہ عظیم المرتبت ذات ہے جس پر سارا ملک قیامت تک فخر کرتا رہے گا (ہندو پاکستان کے اولیاء اللہ از مفتی شوکت علی فہمی) عربی کی مشہور کتاب نُزھۃ الخواطر مصنفہ عبدالحی بن فخر الدین الحسینی (صفحہ ۱۶۹ جلد ۵) کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

الشیخ العالم الفقیہ الزاھد شہباز بن محمد (خطاب) بن الخیر (خیر الدین) بن علی بن علی بن اسماعیل بن اسحٰق بن سعدی بن یعقوب بن محمد بن محمود بن مسعود بن شیخ احمد الحسینی کان من نَسْلِ الشیخ کمال الدین الحسینی الترمذی وُلِدَ سَنَۃَ سِتَّ وَخُمسین وتسعمائۃ بدیورہ من اعمال بہار وقرأ العلم علی صِھرِہٖ الشیخ شاہ محمد دیوروی و اَخَذَ الطریقۃ عن الشیخ یٰسین الساما نومی وانتقل الٰی باجلفور ولہٗ ثلاثون سَنَۃً فتصدر بھا للدرس والافادۃِ وکان کثیر الفوائد وجید المشارکۃ فی العلوم ولم یزل یشتغل بالتدریس حتّٰی انہ درس فی مرض موتہٖ ومات بعد ما فرغ عن تدریس مشکوٰۃ المصابیح وکان ذاک الخمیس السادس عشر من صفر سنۃ خمسین والف ببلدۃ باجلفور فدفن بھا کمافی الدر المنثور وفی گنج ارشدی انہٗ مات ستین والالف والاولٰ اولٰی بالقبول۔

اسی اقتباس کا ترجمہ تذکرہ صوفیائے بنگال مصنفہ اعجاز الحق قدوسی میں حضرت دیوان سید راجا میدنی پوری کے سلسلے میں دی گئی ہے جو حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ کے خلیفہ اعظم تھے۔

''آئینہ ویسی'' مصنفہ مطیع الرحمٰن اور ''رود کوثر'' مصنفہ شیخ محمد اکرام میں بھی اس تعلق کو پیش کیا گیا ہے۔ پروفیسر حسن عسکری نے اپنے مضمون ''دیوان سید راجا'' میں بھی اسکی تصدیق کی ہے جو ''معاصر'' میں شائع ہوا تھا۔ عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ شیخ، عالم، فقیہ، زاہد، شہباز بن محمد (خطاب) بن خیر (خیر الدین) بن علی بن علی بن اسماعیل بن اسحٰق بن سعدی بن یعقوب بن محمد بن مسعود بن احمد الحسینی یہ شیخ کمال

الدین الحسینی الترمذی کی نسل سے تھے۔ ۹۵۶ھ میں بہار کے گاؤں دیورہ میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے خسر شاہ محمد دیوروی سے لی اور طریقت کی تعلیم شیخ یٰسین سامانوی سے لی اور پھر بھاگلپور منتقل ہو گئے جب کہ وہ تیس سال کے تھے (یعنی ۹۸۶ھ میں) درس وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ان سے کثرت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔ علوم کے جید اور مستند عالم تھے۔ مسلسل درس وتدریس کی خدمات میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی درس دیا۔ انکی موت (وصال) مشکوٰۃ المصابیح کے درس سے فراغت کے بعد ہوئی۔ انکی وفات جمعرات کے دن ۱۶ر صفر ۱۰۵۰ھ کو بھاگلپور میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے ایسا ہی ''الدر المنثور'' میں لکھا ہے اور گنج ارشدی کے مطابق ۱۰۶۰ھ میں فوت ہوئے مگر اول الذکر زیادہ مقبول ہے۔

تاریخی اعتبار سے حضرت کے عہد کا جائزہ لیں تو آپکی ولادت باسعادت ۹۵۶ھ میں ہوئی جو سلیم شاہ سوری بن شیر شاہ سوری کا دور حکومت (۹۵۲ھ/۱۲۴۵ء تا ۹۶۰ھ/۱۲۵۳ء) تھا۔ شیر ساہ کا یہ فرزند اپنے والد کی موت (۹۵۲ھ) کے بعد تخت نشین ہوا۔ اسکے پہلے مغلیہ حکومت کا پہلا دور (بابر وھمایوں) گذر چکا تھا۔ یعنی ہمایوں ۹۴۷ھ/۱۵۴۰ء میں شیر شاہ سے دریائے گنگا کے پار شکست کھا کر آگرہ سے دہلی اور پھر پنجاب وغیرہ میں دربدر کی ٹھوکریں کھا تا ۹۵۰ھ میں ایران چلا گیا۔ بنگال پر شیر شاہ کی حکومت ہوگئی۔ سوری حکومت کا خاتمہ ۹۶۲ھ میں کر کے ہمایوں دوبارہ ہندوستان کا شہنشاہ بن گیا۔ مگر ۹۶۳ھ میں سیڑھیوں سے گر کر فوت ہو گیا۔ پروفیسر حسن عسکری نے لکھا ہے کہ ہمایوں کو تصوف سے بہت لگاؤ تھا اور حضرت مولانا شہباز محمد قدس سرہٗ کے سلسلہ سے منسلک رائے گاؤں کے ایک بزرگ حضرت عبدالقادر قدس سرہٗ کے ساتھ شغل آئینہ کیا کرتا تھا جو شطاری سلسلہ کا ایک مشہور و معروف شغل ہے اور چشتی سلسلہ میں بھی اسکا رواج ہے۔ اکبر کے دور حکومت (۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء تا ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) میں حضرت مخدومنا نے عہد طفلی (۷ برس) سے کبرسنی (۵۷ برس) کا سفر طے کیا۔ اسی دور میں آپکی تعلیم وتربیت و بیعت اور بھاگلپور تشریف آوری بھی (۹۸۶ھ) میں ہوئی۔ عہد اکبر میں آپکے ہم عصر بزرگان حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ہیں۔ عہد اکبر میں ۲۷ برس عہد جہانگیر (۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء تا ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۷ء) کے مکمل ۲۳ سال اور عہد شاہ جہاں (۱۰۳۷/۱۶۲۷ء تا ۱۰۶۸ھ/۱۶۵۸ء) میں آپ نے ۱۳ یا ۱۴ سال بھاگلپور میں گزار کر ۱۰۵۰ھ یا ۱۰۵۱ھ میں پردہ فرمایا۔ حسن عسکری نے بھی اپنے ایک

مضمون میں ۱۰۵۰ سنِ وصال لکھا ہے مگر دوسری جگہ ۱۰۷۷ھ اور گنج ارشدی میں ۱۰۶۰ھ ہے مگر سب سے زیادہ متواتر اور مستند ۱۰۵۰ھ ہی ہے۔ شاہجہاں نے ۱۰۳۶ھ میں بحیثیت شاہزادہ خرم حاضری دی جیسا کہ تذکروں سے پتہ چلتا ہے اور کتب تاریخ سے بھی اس سن میں شاہجہاں کی آمد بھاگلپور اور علاقہ بنگال میں اس کی سرگردانی کی شہادت ملتی ہے۔ ۱۰۵۲ھ میں شاہ شجاع ۱۱۱۲ھ میں شاہزادہ عظیم الشان اور ۱۱۲۲ھ میں شاہزادہ فرخ سیر کی حاضری اس بارگاہ میں ہوئی۔ شاہ شجاع ۱۲ سال تک اسی علاقہ کے ارد گرد رہے۔ جن کے نام پر شجاع گنج بازار ہے۔ جہاں انکی لڑکی کا مزار واقع ہے اور مختلف مقامات پر شکارگاہیں وغیرہ ہیں جنکی رپورٹ بگانن فرانسس نے دی ہے۔

''بھاگلپور درپن'' نامی ہندی کتاب کے مصنف جھارکھنڈی جھانے لکھا ہے کہ

''جہانگیر کے زمانے میں بہار کے مشہور مولانا شہباز محمد نے بھاگلپور شہر میں ایک بڑا مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس میں دوسو طلباء فارسی اور عربی کی تعلیم پاتے تھے۔ ان کے لڑکے حضرت مولانا عبد السلام (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے اس مدرسہ کی بہت ترقی ہوئی...... جہانگیر سے لے کر مغل شہنشاہوں کے دور حکومت کے اخیر تک اس مدرسہ کی بہت شہرت تھی اور اس میں ہندو طلباء بھی تھے (صفحہ ۱۰۷)

''بہار تھرو دی ایجز'' نامی کتاب کے مصنف آر. آر. دیواکر سابق گورنر بہار اور کمپری ہن سیو ہسٹری آف بہار کے مصنفین سید حسن عسکری وقیام الدین احمد لکھتے ہیں کہ :

''شاہجہاں اور اورنگزیب کے دور حکومت میں مشہور عالم بھاگلپور کے مولانا شاہباز (رحمۃ اللہ علیہ) تھے۔ وہ مسلم شریعت و روایت پر سند مانے جاتے تھے۔ جب دلی کے علماء میں کسی مذہبی مسئلے کی تشریح پر اختلاف رائے ہوتا تھا تو معاملہ انکی رائے معلوم کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ (صفحہ ۵۵۷)

یہ وہ اقتباسات ہیں جو دریا سے قطرے کی مثل ہے عہد مغلیہ سے لیکر انگریزوں کے دور حکومت تک تمام مورخ محقق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت اقدس مخدومنا و مولانا شہباز محمد قدس سرہ، برصغیر کی فقید المثال شخصیت کا نام ہے آپ کا علمی وروحانی مقام بہت بلند ہے اور آپ کا قائم کردہ روحانی و علمی مرکز برصغیر کا اہم ترین مرکز رہا ہے۔ آپ کے ذریعہ جن علوم وفنون کی ترویج واشاعت ہوئی ان پر ایک نظر ڈالئے تو سمندر موجیں مارتا نظر آئے گا۔

(۱) علوم قرآن (۲) فن قرآت سبعہ (۳) فن تجوید (۴) تفسیر (۵) اصول تفسیر (۶) حدیث (۷) اصول حدیث (۸) اسانید حدیث (۹) اسماء الرّجال (۱۰) جرح و تعدیل (۱۱) تخریج احادیث (۱۲) لغت احادیث (۱۳) فقہ (۱۴) اُصول فقہ (۱۵) رسم المفتی (۱۶) عقائد (۱۷) مناظرہ (۱۸) فرائض (۱۹) سیر (۲۰) علم کلام (۲۱) معانی (۲۲) بدیع (۲۳) بیان (۲۴) منطق (۲۵) فلسفہ (۲۶) حکمت (۲۷) ہیئت (۲۸) اخلاق (۲۹) تاریخ (۳۰) علم الانساب (۳۱) لغت (۳۲) ادب (۳۳) ریاضی (۳۴) توقیت (۳۵) اوفاق (۳۶) رمل (۳۷) جفر (۳۸) نجوم (۳۹) علم فلکیات (۴۰) تعبیر (۴۱) تکسیر (۴۲) عروض (۴۳) بلاغت (۴۴) صرف (۴۵) نحو (۴۶) ہندسہ (۴۷) جبر و مقابلہ (۴۸) سلوک (۴۹) تصوف۔

اول ان جملہ علوم کی تعلیم وتدریس خود حضرت اقدس فرماتے رہے ایک زمانہ بعد اپنے خلفاء و شاگردان میں تدریس کی خدمت تقسیم فرمائی۔ اسکے باوجود ہر ایک فن پر آپ ہی نگراں رہے۔ علوم حدیث اور علوم فقہ سے آپ کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور یہی آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا رہا۔ آپ کی خواہش رہتی کہ جو الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس نکلے ہوں وہی ہو بہو ہم تک پہونچے۔ ایک مرتبہ آپ مشکوٰۃ شریف کا درس دے رہے تھے شاگرد بحث ایمان پڑھ رہے تھے جب اس حدیث پر پہنچے الحیاء شعبۃ من الایمان تو حضرت اقدس کے سامنے جو نسخہ تھا اس میں مِن الایمان لکھا تھا اور شاگردوں کے نسخے میں ھی الایمان تھا۔ آپنے شاگردوں سے پوچھا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو دربار رسالت سے دریافت کر سکے کہ اصل عبارت کیا ہے؟ حضور نے من الایمان فرمایا ہے یا ھی الایمان سب بیک زبان کہہ اٹھے یا شیخ ایں مرتُرا باید، حضور یہ خصوصیت تو آپ ہی کو زیبا ہے بقول صاحب مظہر العجائب مولانا اشرف بہاری ''حضرت مولوی معنوی سر بگریبان مراقبہ فرو بردہ درمیاں ایں تماشہ فرصت دوازدہ ساعت گذشت کہ مولوی معنوی علیہ الرحمہ سر برآورد و کتاب درست کردن گرفت'' یعنی بارہ گھنٹے کے طویل مراقبہ کے بعد حضرت نے پوری کتاب مشکوٰۃ المصابیح کی تصحیح فرمادی اور اپنے خاص مرید حضرت بابُ اللہ چشتی کے اصرار پر دربار سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ نادر تفصیلات بیان فرمایا اور سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی دہرایا۔

''شاہباز محمد دریقین نبوت وولایت ماخوب خودرا آراستۂ تا ترا دریں عالم محسوس قلبی ومشہود سمعی وبصری بسعادت ملازمت ماجادادن وتو مشکوٰۃ المصابیح تمام درست کن''

حضرت اقدس سلطان العارفین قدس سرہ ٗ کو بارگاہ رسالت سے یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ آپ نے بالمشافہ ساٹھ حدیثیں خود صاحب حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماعت کیں جسے آپ نے ستّین شریف کے نام سے جمع کیا جس کی شرح الکوکب الدری کے نام سے ملا احسن اللہ عباسی دیوروی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بوقت رخصت انگشتری از دست خاص خود کہ نور بین اصبعین الحق عبارت از دست مرحمت فرمودند''

انگشتری شریعت عطا کر کے فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شہباز محمد قدس سرہ کی جلالت علمی اور رفعت روحانی پر ایک ایسی مہر ثبت کردی جو قیامت تک مثل آفتاب درخشاں رہے گی۔

جس طرح آپ محدث کی حیثیت سے ممتاز ہیں اسی طرح فقیہ کے منصب پر بھی بے مثال و بے نظیر ہیں بعہد شہنشاہ جہانگیر دلی کے دربار شاہی میں جب حقہ پینے پر علمائے دربار کا اختلاف ہوا تو آپ کے پاس استفتاء آیا اور آپ کی رائے دریافت کی گئی حضرت نے فقہی دلائل دیئے اور حرمت کا رد فرمایا آخر میں فارسی اردو کی آمیزش سے جو جملے استعمال کئے ہیں اسے مختصراً نقل کرتا ہوں تا کہ اردو زبان کے محققین بھی دیکھیں کہ اردو کی نشو دنما میں خانقاہِ شہبازیہ کا کتنا حصہ رہا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

''کف کافر چوں گلو میں اٹک کر یاد الٰہی کے مانع ہوتا ہے بنا بریں تدبیر دفعیہ کے لئے عند الفقیر دود کشی جائز ہے۔''

کفِ کافر کے معنی حکمت وطب کی لغت میں بلغم کے ہوتے ہیں اور بلغم گلے میں اٹک کر ذکر سے روکتا ہے۔ یاد الٰہی کی مناسبت سے کفِ کافر کا استعمال کیا خوب ہے۔ اہل علم ہی اس کا مزا جانتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ پنجاب کے ایک سید زادہ کو آپ نے مسجد میں بھنگ گھوٹتے دیکھا آپ نے انہیں منع فرمایا اور مسجد سے باہر نکال دیا رات میں آپنے خواب دیکھا کہ وہی سید زادہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زانوے مبارک پر سر رکھکر رو رہے ہیں اور آپ کی شکایت کر رہے ہیں صبح بیدار ہوئے تو سید زادے کو پھر اسی کام میں مشغول دیکھا آپ نے اور زیادہ سختی سے منع کیا دوسری شب پھر وہی خواب سامنے

آیا تیسرے دن سیدزادے کو پھر اسی کام میں مشغول دیکھا آپ نے انتہائی سختی کی اور ڈانٹ کر مسجد سے باہر نکال دیا۔ تیسری رات خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے پھر مشرف ہوئے آپ کو مخاطب فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔

''اے شہباز محمد ایں کس راچیزے مگو کہ من ایں کس راشفیع ام یعنی اے شہباز محمد اس شخص کو کچھ نہ کہہ کہ میں اس کا شفیع ہوں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالی میں انتہائی ادب کے ساتھ عرض گذار ہوئے۔

''آنچہ جناب بندگان حضرت اعلیٰ واقدس فرمودند عین صواب است ومسئلہ لاجواب ولیکن این شفاعت کبریٰ برذاتِ ہمایونِ تست یا برکسے کہ ہم صفتِ تو باشد در فرماں روائی وتبع گذاری ومعدلت سنجی واز ما مردم پروردۂ زمینِ عبودیتِ شرع ایم نمی توانیم کہ ذرہ از مراسمِ شریعتِ عزائے تو تفاوت نمائیم کہ درعرفِ شرع تو ناپسندیدہ باشد بامرنتوانم کرد کہ ما مردم بدرجۂ شفاعت درزمینِ شرع وورع حاکم تختِ نشین واو کی الامین نباشیم''

عرض کیا اے ہم غلاموں کے مالک حضرت اعلیٰ واقدس جو کچھ آپ فرماتے ہیں بالکل صحیح اور درست ہے لیکن ایسی شفاعت تو صرف آپ ہی کی ذات کو زیبا ہے یا پھر اسے جو شریعت کی فرماں روائی، اطاعت گذاری، اور عدل گستری میں حضور کی ان صفتوں کا مظہر ہو۔ ہم ایسے لوگ تو زمین شریعت کی غلامی کے پروردہ ہیں ہم تو مجال نہیں رکھتے کہ آپ کی شریعت مطہرہ سے ذرہ برابر دوری اختیار کریں اور اس کام کا حکم دیں جو آپ کی شریعت میں ناپسندیدہ ہے کہ ہم لوگ شفاعت کبریٰ کے مقام پر نہیں اور آپ کی شریعت اور تقویٰ کے حاکم تخت نشین اور اولی الامین نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس نیاز مندانہ، مؤدبانہ جواب سے بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب رخ انور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

شاہباز محمد برائے تقدیم امور شرعیہ خوب است بہ علی مرتضٰی فرمودند کہ سندِ خدمتِ احتساب ایں دار الملک کہ شریعت عزا بدستور اولی الامرانِ ولایت ومعرفت بہ او دہانند''

شہباز محمد شریعت کے احکام کو نافذ کرنے میں بہت خوب ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہ، سے فرمایا کہ آپ انہیں شریعت پاک کے دار السلطنت میں محاسبہ کی خدمت سپرد فرمائیں نیز صاحبانِ اولی الامر کے دستور کے مطابق ولایت ومعرفت کی سند بھی عطا کر دیں۔

جب ہی تو شہنشاہِ ہند عالمگیر علیہ الرحمہ نے آپ کی مجددیت کا اس خوبصورت انداز میں اعلان فرمایا ہے جیسا کہ مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنے مضمون بہار کی بہار میں بھی نقل کیا ہے۔

''شہباز محمد ابوحنیفۂ وقت ماست و بر تشرع وتورع وطریقت وے ہر کسے را اقرار است''

شہباز محمد ہمارے عہد کے امام ابوحنیفہ ہیں ان کی علوم شریعت کی آگہی تقویٰ کی بلندی اور طریقت کی سلطانی کا ہر شخص کو اقرار ہے۔

حضرت علامہ مفتی درویش محمد استاذ حضرت ملا افضل الہ آبادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور سلطان العافین جامع علوم وفنون اند و در جمیع علوم بمرتبۂ کمال رسیدہ چوں فقہ نعمان ابن ثابت و بہ علوم احادیث ابن حجر مکی اند''

یعنی حضور سلطان العارفین جامع علوم وفنوں ہیں اور تمام علوم میں کمال کے مرتبے پہ پہنچے ہوئے ہیں۔ فقہ میں نعمان ابن ثابت اور علوم احادیث میں ابن حجر مکی ہیں۔

حضور سلطان العافین کی ذات علوم وفنون کا وہ بحر بیکراں ہے جس سے سیراب ہونے والوں کا احاطہ کرنا بڑا مشکل کام ہے چونکہ اس دور میں نہ کوئی داخلہ رجسٹر ہوتا تھا نہ حاضری بہی پھر بھی مشتے نمونہ از خروارے ان خوش نصیب شاگردوں کے کچھ نام تاریخ کے اوراق اور قلمی نسخوں میں محفوظ رہ گئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت علامہ ابوالفیض (۲) حضرت علامہ محمد بیگ (۳) حضرت علامہ شیخ حسین سرہندی (۴) حضرت علامہ میر محمد جان لاہوری (۵) حضرت علامہ ملا عبدالباقی صدیقی جونپوری (۶) حضرت علامہ شاہ باب اللہ چشتی (۷) حضرت علامہ شاہ خوب اللہ (۸) حضرت علامہ مولانا خواجہ علی تگھرا بیگوسرائے (۹) ملا محمد یوسف بنگالی (۱۰) حضرت مولانا محی الدین مصطفیٰ پوری (۱۱) حضرت علامہ شیخ غلام محی الدین لاہوری (۱۲) ملا قطب الدین بن مولانا شمس الدین (۱۳) برادر کلاں مولانا محی الدین مفتی اکبر نگر عرف راج محل

(۱۴) قاضی ملا محمد صادق عباسی قاضی القضاۃ اڑیسہ (۱۵) حضرت علامہ مفتی محمد درویش استاذ حضرت علامہ فضل الہ آبادی بانی دائرہ شاہ اجمل الہ آبادی (۱۶) حضرت علامہ دیوان سید راجا (۱۷) المعروف چندن شہید میدنی پور بنگال (۱۸) حضرت شاہ نعمت اللہ نیم تلا کلکتہ (۱۹) حضرت مولانا ابوالبرکات محمد فائض صادق پورتموہیا، پٹنہ (۲۰) حضرت مولانا شادمان بیگ (۲۱) حضرت مولانا رضی الدین بھاگلپوری (۲۲) مدون فتاویٰ عالمگری (۲۳) عالم عامل شیخ احمد دائرہ غازی پور (۲۴) حضرت مولانا سید معین الدین پرگنہ بلیا (۲۵) حضرت علامہ عبدالرحیم بیگ (۲۶) حضرت علامہ میر سید نظام الدین حیدر (۲۷) حضرت مولانا باز علی ارولی (۲۸) حضرت مولانا شیخ بہاء الدین (۲۹) مولانا کمال الدین بردوانی (۳۰) مولانا شاہ مرتضیٰ سہوہ (۳۱) مولانا شاہ کمال پورنیہ (۳۲) حضرت شیخ اکبر علی (۳۳) حضرت مولانا شاہ مہر علی میلانی پور بنگال (۳۴) مولانا مولوی محمد احمد دیناجپور (۳۵) حضرت شاہ نوری ڈھاکہ (۳۶) حضرت شاہ باگھوری ڈھاکہ (۳۷) حضرت صوفی شاہ دائم جہانگیر نگر المعروف ڈھاکہ (۳۸) حضرت میاں شاہ ارزانی عظیم آباد (۳۹) حضرت شاہ قطب پنڈوہ (۴۰) حضرت مولانا شہاب الدین شاہ پور کھرک پور، بنگال۔ ان کے علاوہ نہ جانے کئی ہزار شاگرادان، خلفاء اور فیض یافتگان ہیں جن کا ذکر تاریخ کو جتنا کھنگالا جائے ملتا رہے گا جیسا کہ شاہ شہرت عظیم آبادی نے حدیقۂ شہبازی میں اور حضرت مولانا محمد شرف بہاری نے اپنی تصنیف مظہر العجائب میں اور مولانا سید محمد ناطق شہبازی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف سعید الکلام مطبوعہ ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۰ء مطبع نول کشور۔ حضرت مخدوم کے خلفاء شاگردان اور فیض یافتگان کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

چوں یک ہزار و چند خلفاء و شجرہ نویساں بودند در مدرسۂ متبرکہ حضرت سلطان العارفین محی السنۃ، ماحی البدعۃ، مجدد مائۃ حادی عشر استفادۂ علوم نمودند بر طریقت سنت سُنیہ ایں سلسلہ عالیہ شہبازیہ استقامت تام دارند۔

پیش لفظ میں مستند تاریخی حوالہ جات کے ساتھ حضور سلطان العارفین شہباز محمد قدس سرہ اور آپ کے مرکز علمی و روحانی سے متعلق تحریر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ قارئین کو اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہو جائے کہ معترض کے سوالات کی حیثیت کیا ہے؟ اور خانقاہ شہبازیہ کی عظمت کیا ہے شہبازیہ

علمی وروحانی مرکز کے شعبۂ نشرو اشاعت مولینا ولی العالم اکیڈمی کے زیر اہتمام ''سلطان العارفین،، سبز حروف کے شجر تیسری کاوش مناہج اشرف آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے بہت پہلے ہی اشاعت کے مرحلے سے گذر جانا چاہئے تھا مگر مختلف دشواریوں اور الجھنوں کی بنا پر تخلیقات کی اشاعت میں رکاوٹ آتی رہی۔ رمضان المبارک کی ۱۸ رتاریخ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۴ رنومبر ۲۰۰۳ء جمعہ کا دن اسلامیانِ ہند بالخصوص مسلمانانِ اہلسنت وجماعت شہر بھاگلپور اور خانوادۂ شہبازیہ کے لئے بڑا ہی اندوہناک بنکر آیا جب عین نماز جمعہ کے وقت خانقاہِ شہبازیہ کے روح رواں، سجادہ نشین چہاردھم خانقاہی عظمت ووقار کی علامت صوبۂ بہار کے لاکھوں سینوں کے دلوں کی دھڑکن اور اہلسنت وجماعت کے موقف ومسلک کے محافظ وپاسباں زبدۃ الخلف، بقیۃ السلف، امام المسلمین، مرجع الخلائق ابی ومرشدی حضرت مولانا الحاج سید شاہ صفی العالم شہبازی رحمۃ اللہ علیہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون............

خانقاہ کی تمام تر ذمہ داریوں کے ساتھ سجادہ نشینی وخلوت نشینی کا ناقابل برداشت بارگراں مجھ کمزورو ناتواں بے بضاعت کے کاندھوں پر آگیا ایسے حالات میں جبکہ صدمات پیہم سے ابھرنے بھی نہیں پایا ہوں تصنیف وتالیف کی طرف توجہ مبذول کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں مگر مناہج اشرف کی اشاعت کو حضور ابی ومرشدی سجادہ نشین ماسبق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی خوشنودی کا وسیلہ بنایا ہے کہ آپ نے اس تالیف کے مبیضہ کو مجھ فقیر عاصی کی زبان سے از ابتدا تا انتہا سماعت فرمایا اور دعاؤں سے نوازتے ہوئے اسکی اشاعت کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ حضور سلطان العارفین مخدوم شہباز محمد قدس سرہٗ کے ۳۷۶ واں عرس پاک کے موقع پر اسکی اشاعت عمل میں آرہی ہے۔ دعاء گوہوں کہ مولائے قدیر بطفیل رسولِ بشیر ونذیر صلی اللہ علیہ وسلم حضور سلطان العارفین کی روحانی توجہات اور ابی ومرشدی علیہما الرحمہ کی روحانی خوشنودی کا ذریعہ بنادے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر میرے ساتھ میرے رفقاء کار کی مغفرت فرمادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

جاروب کش آستانۂ شہبازی

فقیر سراپا تقصیر عاجز وعاصی

سید شاہ محمد زکی العالم المعروف اشتیاق عالم شہبازی

غفر اللہ لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات

حَامِدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مُصَلِیاً وَمسلماً وَمُبَارَکاً لِرَسُوْلِہٖ وَ علیٰ آلِہٖ الْاَ مُجَادِ الْکِرام ؁

حدیث مصطفٰی خوانی طریق عاشقاں ریزی
عجب تو نیم مُلاّ ئی زمنبر فتنہ انگیزی

مغرور معترض کے قائم کردہ سوالات نظر کے سامنے تھے۔ جواب لکھنے کے دوران فتح الباری شرح بخاری لِلـعلّامۃ ابن حجر عسقلانی کا مطالعہ کرر ہا تھا، دوران مطالعہ ایک جواب نامہ قلمی اوراق کے درمیان رکھا ہوا ملا جو بوسیدہ ہونے کیوجہ سے بمشکل مطالعہ کیا جا سکا تحریر پُر تنویر سے آنکھیں روشن ہوئیں، بزرگان خاندان شہبازی کے تصرفات پر یقین پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا۔ رسالۂ قلمی کے مطالعہ کے بعد یہ حقائق سامنے آئے کہ تحریر مذکور دراصل ایک استفتاء کا جواب شافی ہے جو اسی طرح کے سوالوں پر مبنی ہے، جسے ابرار زمانہ قدوۃ العلماء حضرت مولٰینا سید شاہ محمد اشرف عالم شہبازی قدس سرہ زیب سجادہ یازدہم خانقاہ شہبازیہ نے قلم بند فرما کر نوابان ڈھاکہ کو اِرسال فرمایا تھا، جو آپ کے ارادت مندوں میں تھے۔ میں نے رسالہ مبارکہ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور انتہائی جامعیت کا حامل پایا۔ طرز استدلال مستحکم، اُسلوب بیان نہایت دلکش، عوام و خواص سب کے لئے مفید۔ میں نے اسی رسالہ مبارکہ کو سامنے رکھ کر تفصیلی جواب پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ حضور قدوۃ العلماء الراسخین قطب دوراں، غوث زماں، مخدوم الانام مولٰینا سید شاہ اشرف العالم شہبازی قدس سرہٗ النورانی صاحب درس وافتا، جامع تصنیف وتالیف بزرگ گذرے ہیں۔ آپکی تصنیفات میں آداب القرآن مجمع الآداب، حفظ الایمان، ذریعۂ نجات، اشرف الاذکار، رسالہ خیر الکلام وغیرہ ہیں۔ جو آپ ہی کے دور میں شائع ہوکر مفید خلائق ہوئیں۔

آپ بیک وقت متبحر عالم دین، مستند مفتی دارالافتاء، بہترین نعت گو شاعر، صاحب بصیرت، روحانی پیشوا اور باکمال ولی تھے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء آپکے حلقہ بگوش تھے احضرت مولٰینا فضل الرحمٰن

گنج مراد آبادی ۲؎ حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ ۳؎ حضرت مولٰینا احمد رضا خاں بریلوی علیھم الرحمتہ آپکے ہمعصروں میں تھے۔ ہزارہا مخلوق خدا آپکے دست حق پرست پر تائب ہوکر داخل ارادت ہوئی۔ اجنہ بھی آپکے مریدوں میں تھے۔ آپکے فیضان سے ہزاروں تشنہ لب سیراب ہوئے۔ آپ کا وصال ۱۹۱۹ء میں ہوا۔

میری انتہائی فیروز بختی ہے کہ ٹھیک اُسی وقت جب مجھے ضرورت درپیش تھی جدّ کریم کا تصرف کام آیا اور میں جدّ کریم کے مختصر سے فقہی رسالہ کو اضافہ وحواشی جدیدہ کیساتھ جواباً پیش کررہاہوں......

قبول باد بہ نزد خدا و پیش رسول

اسلام : دین فطرت ہے، اسکا ہر قانون انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ (اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا)

انسانوں کی ہدایت اسکا مقصد ہے۔ هُدًی لِّلنَّاسِ ؕ ہدایت کے دو اہم طریق کار ہیں

۱؎ امر بالمعروف ۲؎ نہی عن المنکر۔ " وَاْمُرْ بِالمعروف" وانه عنِ المنکر ؕ اچھے کاموں کا حکم دو۔ برے کاموں سے روکو۔ انکے نفاذ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کو منبع علم و حکمت قرار دیا۔ مَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں اُسے پکڑلو اور جس سے روک دیں چھوڑ دو)

یہی زرّیں اُصول معاشرے کی روح انسانیت کی جان ہے۔ صالح معاشرہ، ستھرا سماج، پاکیزہ ماحول کے اُستوار کرنے میں یہی دو فارمولے اہم کردار ادا کرتے ہیں...... تاریخ انسانی کا مطالعہ کیجئے تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑیگی کہ جب منکرات کی سطح معاشرہ یا سماج میں دبیز اور موٹی ہوتی پائی گئی ہے زمانہ فتنہ و فساد، بے حیائی و بے شرمی کا شکار ہوا ہے۔ مذہب بیزاری، اور خدا ناترسی، حیا سوز حرکتوں کے ہزار پایہ کیڑے کروڑوں کی تعداد میں سماج کے اندر رینگنے لگے ہیں تو پھر تلاش ہوئی ہے اسی ''امر بالمعروف'' اور نہی عن المنکر'' کے جاں بخش فارمولے کی جنھوں نے منکرات کی دبیز تہوں کو کھرچ کھرچ کر بالکل صاف کرڈالا ہے۔ انسانیت نے بدی کی زہریلی کثافت بھری فضا سے نکل کر ہدایت کے کھلے آسمان کے نیچے سکون کی سانس جی بھر کرلی ہے۔ ہزاروں بار ایسا ہوا اور ہوتا رہیگا کہ زمانے کو کبھی قرار نہیں۔ دنیا کو ٹھہراؤ

نہیں۔ یہ سمندر کے مدّ و جزر کی طرح ہے۔ کائنات ہی بنی ہے گردشِ پیہم کے لئے۔ لحہ لحہ تبدیلیاں، نئے نئے موسم، نئی نئی فضائیں، نئے نئے حالات، نئی نئی گردشیں، نئے نئے کام، نئے نئے نام، نئی نئی صبحیں نئی نئی شام......

اسلام بنی نوع انسانی کا مذہب ہے۔ اسمیں آنے والی کتاب آخری کتابِ ہدایت ہے۔ اسکا ہر قانون آخری قانون الٰہی ہے۔ اس لئے اسکا فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہونا ضروری تھا۔ جو ہر دور اور ہر زمانے کے نئے نئے حالات میں انسانیت کی اعلیٰ طریقہ پر رہنمائی کر سکے۔ اور واقعی یہی ایک ایسی آفاقی پناہ گاہ ہے جہاں انسانیت اپنی فطرت کے تقاضوں کو ساتھ ساتھ لیکر راستی کی زمین پر خیمہ زن ہو سکتی ہے۔

اسلام: آنے والے تمام حالات کا سامنا کرنا جانتا ہے۔ ہر طرح کے تغیرات کا مزہ چکھے ہوا ہے۔ یہ آنے والے انقلابات وایجادات سے نگاہیں ملا سکتا ہے۔

اسلام نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو ہدایت انسانیت کیلئے آئیڈیل بنا کر پیش کیا ہے...... لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (تحقیق رسول کی مبارک زندگی ہی تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے) پھر اس پر مضبوط مہر تصدیق بھی لگا دی۔ مَن يطع الرسول فقد اطاع الله (جس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی) بات بالکل صاف ہو گئی کہ ساری انسانیت کی ہدایت ایک ''انسان کامل'' ہی کے ذریعہ ہو سکتی ہے کہ وہ فطرت کے تقاضوں کی اچھی طرح رعایت کرنا جانتا ہے۔

ان تعلیمات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ، سیرت طیبہ، اور آپ ہی کا اُسوۂ حسنہ خیر وشر، نیک وبد، اچھائی اور بُرائی کے پرکھنے کی اصلی کسوٹی ہے۔ رہتی دنیا تک جتنے بھی کام کئے جائینگے چاہے وہ ''عبادات'' سے ہوں یا ''معاملات'' سے ''دین'' کیلئے ہوں یا ''دنیا'' کے لئے خواہ وہ ''نئے ہوں یا پرانے'' سب کا میزان آپکی سیرت طیبہ اور سنت مبارکہ ہوگی۔ جس سے اللہ اور اسکے رسول راضی ہوں یا انکے منشا کے مطابق ہو وہ چیز اچھی کہلائے گی، جس سے اللہ اور اسکے رسول ناراض ہوں یا انکی منشاء کے خلاف ہو وہ بات بری ہے بُری کہلائے گی۔

ہر وہ کام جو رسول کے کسی حکم کی بنا پر ہو یا آپ کے کسی فعل کی بنا پر یا کسی دوسرے نے خود اپنی طبیعت اور مرضی سے وہ کام کیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے قبول فرمایا ہو یا اُس پر سکوت اختیار فرما کر اُسمیں اپنی رضا شامل کی ہو، ایسے سارے اُمور خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے سب آپ کی سیرت اور سنت میں داخل ہیں......

حضور صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کی زندگی میں بھی نت نئے حالات در پیش ہوئے اور نئے نئے عرف آپکے سامنے آئے جنکی آپ نے تائید فرمائی۔ خوش دلی سے استقبال فرمایا اور انکی دعوت بھی دی۔ چونکہ آپ نے علم نبوت، فہم رسالت اور تقاضائے حسنِ فطرت سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ احوال منافی دین نہیں ہیں......اتنا ہی نہیں بلکہ بعض اوقات تو آپ نے ان کاموں کے زندہ کرنے اور تازہ کرنے اور انہیں بہترین طریقوں سے حاصل کرنے کی اجازت بھی دی......

میری اس تمام تر گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ :

۱۔ مذہب اسلام آفاقی ہے تمام انسانوں کی ہدایت کیلئے آیا ہے۔

۲۔ دنیا تغیر پذیر ہے، فطرت کے تقاضوں کے مطابق اسمیں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہینگی۔

۳۔ ہماری شریعت کے اندر دنیا میں رونما ہونے والے واقعات و حالات اور ہر دن پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کو سمجھنے اور بہ طریق احسن سلجھانے کی تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں۔

۴۔ درپیش آنے والے تمام مسائل کو ''خیر و شر'' ''نیک و بد'' ''جائز و ناجائز'' کے خانوں میں بانٹنے کیلئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ''سیرت پاک'' ''حیات طیبہ'' ''سنتِ مبارکہ'' اور آپ کا ''اسوۂ حسنہ'' کافی ہے۔

سیرت ، سنت ، اُسوۃ :لغت میں سیرت کے معنی ہیں- عادات، خصائل، سنت کے معنی ہیں۔ طور طریقہ، طریق......اُسوہ کے معنی ہیں۔ زندگی گزارنے کا ڈھنگ......سنت، سیرت، اُسوہ تقریباً متحد المفہوم الفاظ ہیں۔ ایک ہی جیسے معانی رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ وسیع المطالب اور عام ہیں۔ انہیں صرف اچھے ہی معنوں پر محمول نہیں کیا جا سکتا......سنت، طور، طریقہ اچھا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی......سیرت، عادات و خصائل نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی۔ زندگی گزارنے کا طریقہ بھلا بھی ہوتا ہے اور بُرا بھی......انکی اچھائی اور برائی، نیکی و بدی اور خوبی و خامی کا پتہ تو اضافت و نسبت سے چلتا ہے۔ جتنی اچھی سے اچھی ذات یا

صفت کیطرف انکی نسبت ہوگی اپنے معانی ومفہوم میں یہ اُسی قدر اچھے ہونگے ۔قرآن نے جہاں اُسوۃ رسول کاذکرفرمایاہےوہاں اُسوۃ کیساتھ حسنہ بھی فرمایاہے(لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَـــنَۃٌ) یہی حال سیرت اور سنت کا بھی ہے۔اسکے ثبوت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ یہ دو احادیث پاک کافی ہیں۔

(۱) مَنْ سَنَّ فِیْ الِاسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً ۔جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا......

وَمَنْ سَنَّ فِیْ الِاسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً ۔اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا۔

(مشکوٰۃ شریف جلد اول باب العلم ۶۵)

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وخَیْرُ الْھَدیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ و شَرُّالا مُوْرِ مُحْدَ ثَا تُھا وَ کلُّ بدعۃٍ ضَلالۃٌ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ۱۳۳بحوالہ مسلم شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک بہترین کلام اللہ کی کتاب ہےاور بہترین سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔بُرے اُمور وہ ہیں جونو پیدا ہوں، ہر(مخالفِ شریعت) نیا کام بدعت ہےاور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔

ثابت ہوگیا کہ سنت، سیرت، اُسوۃ، کا مطلب طور، طریقہ، عادات وخصائل ہی ہے۔ظاہر ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (طریقہ) سنت حسنہ ہےاور آپ ہی کا طریقہ سب سے اچھا ہے۔

بدعۃ ، محدث :ہماری بیان کردہ دوسری حدیث میں جہاں سیرت کا ذکر آیا ہے وہیں نوایجاد امر (نئے کاموں کیلیئے) بدعت کا لفظ بھی آیا ہے۔

دور حاضر میں دو لفظ ایسے ہیں جو جدید نظریات کے حامل اہل علم اور کم فہم عوام دونوں میں یکساں شہرت رکھتے ہیں۔ پہلا ہے''بدعۃ''اور دوسرا ہے''مُحدَ ث'' مگر یقین جانئے کہ یہ دونوں گروہ انکے ساتھ انصاف نہیں کرپائے ہیں۔''بدعۃ اور محدث'' دونوں لفظ کو یہ حضرات اتنی بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ واقعتاً یہ الفاظ اپنے معانی ومفہوم کے اعتبار سے بہت غلیظ وکریہہ ہوں کہ انکا بولنا، لکھنا اور سمجھنا بھی کوئی جرم ہو۔

آیئے ہم بھی دیکھیں کہ لفظ ''بدعۃ اور محدث'' اپنے معانی ومفہوم کے اعتبار سے کیسا ہے، جسکے ساتھ دور حاضر میں اتنی نفرتیں وابستہ کردی گئی ہیں۔

از روئے لغت: بَـدَعَ (تخلیق کیا) بَـدُعَ (حیرت انگیز، بے مثال ہوا) بَـدْعَ (نادر، ایجاد) بَدْعاً (ایجاد کرنا) بُدُوعاً (یکتا، لاثانی ہونا) بِدَعُ (بہت سی نئی ایجادات) بَدِیْعُ (بے مثل، خالق، بغیر نمونہ سابق کے پیدا کرنے والا) مُبْتَدِعَ (نئی چیز پیدا کرنے والا) اِبْتِدَاعُ (تخلیق)

یہ معانی ہیں لفظ بدعت اور اسکے متعلقات کے، خود غور کریں اسمیں کون سا معنی ایسا ہے جس سے اتنی نفرت کی جائے اور دوری رکھی جائے ...... اس لفظ کی پاکیزگی کے لئے صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک کیلئے استعمال فرمایا ہے بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض ط (آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا) اس لفظ سے تخلیق، ایجاد، نادر، نیا پن کا ہی مفہوم نکلتا ہے اور اسمیں سے کوئی چیز بھی بُری نہیں ہے۔

یہی حال لفظ مُحْدَثْ کا بھی ہے۔ اِسے بھی دیکھ لیجئے۔

حَدَثَ (واقع ہوا) حَدَثَ (نادر، حادثہ) حَدِیْث (جمع) حُدَاثُ، حُدثَاء (نئی، نادر، جدید) حَدِیْث، (جمع) اَحَادِیْث (گفتگو، بات) مُتَحدِثَاتُ (نئی باتیں، نئی چیزیں)

قرآن پاک میں بھی یہ لفظ انہی معانی ومفہوم میں آیا ہے۔ ارشاد باری ہے مَایَاتِیْهِمْ مِنْ ذِکْرٍمِّنْ رَّبِّهِمْ مُحْدَثٍ (جب بھی انکے پاس اُنکے رب کی طرف سے نیا ذکر آتا ہے۔)

اللہ جس لفظ کی نسبت اپنی ذات بزرگ و برتر کیطرف فرمائے اور اپنے کام سے منسوب کرلے کیا اُس سے نفرت کیجا سکتی ہے؟

معاذ اللہ.................. ہرگز نہیں۔

جب یہ بات طے ہوگئی کہ لفظ ''بدعۃ'' اور ''مُحْدَثْ'' اپنے معانی ومفہوم کے اعتبار سے لائق نفرت وملامت نہیں تو پھر وہ کونسی وجہ ہے اور کیا اسباب ہیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت کے مقابل ''بدعت'' کا ذکر فرمایا اور ''محدثات'' سے بچنے کی تلقین شدت سے فرمائی۔؟

اس کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ چند حدیثیں جو اس باب میں بہت

شہرت رکھتی ہیں سامنے رکھنی ہونگی......ذیل میں پہلے ہم اُسے نقل کرتے ہیں پھر اُس پر غور کرینگے۔

۱۔ کُلُ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ''

(مشکوۃ شریف مترجم جلداول صفحہ ۵۶، فصل ثانی)

ہرنو پیدا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

۲۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنا ھٰذا ما لیسِ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌ۔(متفق علیہ)

(مشکوۃ شریف مترجم جلداول صفحہ ۴۹، مطبوعہ فرید بکڈ پو، دہلی)

جس کسی نے ہمارے دین میں ایسی چیز نکالی جو اُسمیں سے نہیں پس وہ مردود ہے......

۳۔ علیکم بِسنّتیُ و سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْن تَمَسَّکُوْ ابِھَا وَ عَضُّوْ اعَلَیْھَا بالنَّواجِذ وِ اِیّاکُمْ و مُحْدَثَاتُ الْاُمُوْرِ فانَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدعۃٌ و کُلُّ بدعۃٍ ضلالۃٌ (مشکوۃ شریف جلداول صفحہ ۵۶ فصل ثانی)

باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

اس حدیث میں اپنی اور اپنے خلفائے راشدین کی اتباع لازم کی ہے اور دانت سے مضبوطی کیساتھ پکڑنے کی تاکید فرمائی ہے اِسمیں بھی بدعت سے اجتناب کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

احادیث مذکورہ پر غور کرتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اِن احادیث میں شارع علیہ السلام کے کلام کا جو مقصود و مطلوب ہے وہ معترضین کی فہم کے خلاف ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قانون فطرت کے مطابق کائنات میں تغیر لازمی ہے، نئے نئے واقعات نت نئی ایجادات کا سامنے آنا یقینی ہے۔ تو کیا ہر نئے کام سے منہ موڑا جا سکتا ہے؟ کیا یہ روک فطرت انسانی کے مطابق ہوگا؟ کیا اس پر عمل ممکن بھی ہو سکے گا؟

اس کا جواب لازمی طور پر نفی میں ہے...... ہرگز نہیں!

جب اس پر عمل ممکن ہی نہیں تو پھر شارع علیہ السلام کی اتباع اور پیروی کس طرح ہوگی؟ کہ یہی مقصود زندگی بھی ہے اور حاصل نجات بھی......

تو آیئے مذکورہ بالا حدیثوں کے سامنے اب ہم اُن حدیثوں کو رکھیں جن میں اچھے طریقوں

کے ایجاد کرنے پر ثواب کی بشارت دی گئی اور برے طریقوں سے بچنے کا حکم بھی......

وَمَنْ سَنَّ فِیْ الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَ اَجْرُمَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یُنْقَصَ من اُجوْرِھِمْ شَیْئٌ وَمَنْ سَنَّ فی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَ وِزْرُمَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْئٌ۔

(مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۶۵ باب العلم بحوالہ مسلم)

۱ جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا تو اس کے لئے اُسکا ثواب ہے اور اُسکے بعد اُس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ہے جبکہ بعد والوں کے ثواب میں کمی بھی نہیں کی جائیگی اور جس نے اسلام میں بُرا طریقہ نکالا تو اس پر اسکا گناہ ہے اور اسکے بعد اُس پر عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہے جبکہ بعد والوں کے گناہ میں کچھ کمی بھی نہیں کی جائیگی۔ ثابت ہو گیا کہ حدیث کا وہ مفہوم جو ظاہر معنی کی بنیاد پر سمجھا جا رہا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا ہرگز ہرگز مقصد نہیں...... کیونکہ جب کسی نئے کام کا نکالنا ہی بدعت ہے اور بدعت سرے سے گمراہی ہے تو پھر کوئی اچھا طریقہ نکالا کیسے جا سکتا ہے؟ اور نکالنے والا اجر و ثواب کا مستحق کیسے ہو گا۔؟

کیونکہ جو بھی طریقہ نکالا جائیگا آخر تو وہ نیا ہی ہو گا۔ اور جب نیا طریقہ ہو گا تو اسکا نکالنے والا بھی ہو گا...... مگر حضور صلی علیہ وسلم نے ''سنت حسنۃ'' (اچھا طریقہ) اور ''سنت سیئۃ'' (بُرا طریقہ) الگ الگ بیان فرما کر اور پہلے کو اجر ثواب کیساتھ اور دوسرے کو وبال گناہ کیساتھ منسوب فرما کر شاندار طریقہ سے وضاحت فرما دی کہ بدعۃ سے مُراد ہر نیا کام اور ہر نئے اُمور نہیں ہیں بلکہ صرف وہ نیا کام اور نو ایجاد اُمور بدعت سئیہ اور گمراہی میں داخل ہیں...... جو کہ

۱ قرآن پاک کے خلاف ہوں یا ۲ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوں یا ۳ خلفائے راشدین کی سنتوں کے خلاف ہوں ۴ یا جس کی اصل ہی دین میں موجود نہ ہو...... اور برعکس اِس کے ہر وہ نیا کام جائز، مندوب، مستحسن یا مستحب بلکہ شدت ضرورت کی بناء پر واجب ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے مطابق ہو گا۔ خواہ اُس کام کو آپؐ نے خود کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو یا صحابہ نے اپنی طبیعت سے کیا ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پسند فرمایا ہو یا کسی اور نے اپنے جی سے کیا ہو اور

آپ نے اُس پر خاموشی اختیار کی ہو۔

اس تحقیق کے بعد آیئے ہم یہ بھی دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں آپ کے سامنے ایسے نوایجاد اُمور کیے گئے یا نہیں؟ اور آپ نے اُنہیں قبول کیا یا نہیں؟ حالانکہ وہ کام نہ تو آپ کے عمل میں داخل تھے نہ آپکے حکم سے کیے گئے بلکہ صحابہ نے اپنے اپنے طور پر اُن کاموں کو اچھا جانا، جائز سمجھا اور کیا......

کتب احادیث کا مطالعہ کیجئے تو متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرام نے ایسے بہت سارے اعمال واذکار کیے، بہت سی دُعائیں اختیار کیں، نمازیں پڑھیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی کیا تھا نہ اُنکا حکم دیا تھا بلکہ وہ نئے کام صحابہ نے اپنی طبیعت سے کیے کیونکہ اُنہیں معلوم تھا کہ یہ بھی عمل خیر کا ہے حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

عن أبی هریره قال قالَ رسول الله صلی الله علیه وسلم لِبلالٍ عِند صلوٰةِ الفَجرِ یا بلالُ حدّثِنی بِأرجیٰ عَمَلٍ عَمِلتَه فِی الاسلام فَاِنیّ سَمِعتُ دَفَّ نَعلَیكَ بَینَ یدیّ فی الجَنَّةِ قال مَا عَمِلتُ عَمَلاً ارجیٰ عِندی انیّ لَم اَتطَهّر طُهورًا فی ساعةٍ مِن لیلٍ وَلاَ نَهارٍ اِلاَّ صَلَّیتُ بِذٰلِكَ الطُّهورَ ما کُتِبَ لی اَنْ اُصلّیٰ۔ (متفق علیہ)

(مشکوۃ شریف جلد اول بابُ التطوع، حدیث ۱۲۴۶)

امام بخاریؒ و مسلمؒ اور امام احمدؒ نے ابو ہریرۃؓ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا اے بلال مجھے وہ عمل بتا جو تو نے اسلام میں داخل ہونے کے بعد کیا اور اُس پر تجھے بہت اجر وثواب کی اُمید ہو کیونکہ میں نے جنت میں تیرے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا میں نے اس سے زیادہ اُمید ثواب والا اور تو کوئی کام نہیں کیا کہ جب بھی میں نے دن یا رات میں وضو کیا تو اُس وضو سے نماز پڑھی جتنی میرے (تحیة المسجد) رب کو منظور تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کا وقت مقرر کرنے میں اجتہاد جائز ہے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عمل اپنی طبیعت سے تھا حضور نے نہ تو ایسا کیا نہ کرنے کا حکم دیا تھا پھر بھی اس عمل کی تائید فرمائی......

۲۔ بخاری شریف میں حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے ایک حدیث یہ بھی ملتی ہے کہ اسلام میں وہ پہلے شہید ہیں جنہوں نے سُولی پر لٹکائے جانے سے پہلے قید خانے میں نماز ادا کرنیکی سنت قائم کی......

(تکملہ مراۃ المناجیح جلد ۸ ص ۲۳)

حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اپنے دلی جذبہ کے تحت اپنی طبیعت ہی سے تو تھا۔ اور انہوں نے بھی نماز کا وقت مقرر کرنے میں اپنے اجتہاد ہی سے کام لیا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم یا فعل اس سے پہلے اس سلسلے میں وارد نہیں ہوا تھا۔

عَن رفاعة ابن رافع قال كُنَّا نُصلّى وَ رَاءَ النَّبِىّ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا رَفعَ رَاسَه' مِنَ الركعةِ قال سَمِعَ الله لِمَنْ حَمِدَه' فقال رَجُلٌ وراء ه' رَبَّنا وَ لك الحمدُ حمدًا كثِيرًا طيباً مُباركاً فيه فَلَمَّا انصرفَ قال مَن الْمُتكَلِّمُ انِفاً قال انا قال رائيتُ بِضْعَةً وَ ثلٰثِيْنَ مَلَكاً يَبْتَدِرُوْنها اَيُّهم يكْتُبها اَوَّلُ ۔رواه مسلم

(مشکوۃ شریف جلد اول صفحہ ۱۸۸ حدیث ۸۱۷)

۳۔ امام بخاری و مسلم وغیرہ ''كتاب الصلوٰة باب رَبَّنَا لَكَ الْحَمد ''میں حضرت رُفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت آپ کہتے ربنا لك الحمد ایک مقتدی نے (بآواز بلند) کہا رَبَّنا لَكَ الحمدُ حَمْدً اكثيرًا مُبَارَكاًفيه ط نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ کلمات کس نے کہے، صحابی نے عرض کیا حضور میں نے کہے، آپ نے ارشاد فرمایا میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو لپکتے دیکھا ہر ایک کی یہ کوشش تھی کہ وہ یہ کلمات لکھے......

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ایسا ذکر کرنا جائز ہے جو منقول نہ ہو بشرطیکہ منقول کے خلاف نہ ہو اور بلند آواز سے ذکر کرنا بھی جائز ہے جبکہ کسی کی پریشانی کا سبب نہ ہو۔

عن ابن عمر بَنيمَا نَحْنُ نصلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذاقال رجلٌ فى الْقومِ الله اكبر كبيرًا وَ الْحَمْدُ للّهِ كثيرًا وسبحان الله بُكْرَةً وَّ

أَصِيْلاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ قائِلُ كلمةً كذا قال رجلٌ مِنَ القومِ أنا يا رسول الله قال عجبتُ لَما فُتِحت لها ابوابُ السَّماءِ۔

(شرح صحیح مسلم صفحہ ۲۱۱ حدیث ۱۲۵۹)

۴ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ نماز پڑھ رہے تھے ایک صحابی نے پہلی صف میں داخل ہوتے ہوئے فرمایا۔ اللّٰہ اکبر کبیرًاوَّ الحمدُ لِلّٰہ کثیراً سُبحانَ اللّٰہ بُکْرَۃً وَّ اَصیلا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تعجب ہوا جب ان کلمات کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے۔

۵ اسی طرح سنن ابی داوٗدؒ میں عبداللہ بن عامر نے روایت کی ہے کہ ایک انصاری نوجوان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے چھینک آ گئی تو انہوں نے کہا الحمدُ للّٰہ حمدًا کثیراً طیباً مبارکاً فیه حتّٰی یرضیٰ رَبُّنا من امرالدُّنیا و الآخرۃ بعد نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا، اور اُس صحابی کو کلمات مذکورہ کے عرش تک پہنچنے کی خوشخبری سنائی۔

عَنْ عبدالله بن عامربن ربيعة عَنْ أَبيه قال عَطِسَى شآبٌ مِنَ الْانصارِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلیٰ اللّٰه عليه وسلم وهو فی الصَّلوٰةِ فقال اَلْحَمْدُ ولِلّٰہِ حَمْدًا كَثِيْرًا طيباً مباركاً فيه حتّٰی يَرْضیٰ رَبُّنا و بَعْدَ مَا يرضیٰ مِنْ أَمرالدُّنيا والآخرةِ فلما انصرفَ رسولُ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال مَنْ القَائلُ الكَلِمَةَ قَالَ فَسَكَتَ الشَّآبُّ ثم قَالَ مَنْ القائلُ الكَلِمَةَ فانَّه' لَمْ يَقُلْ بَاساً فقال يا رَسُوْلَ اللّٰهِ انا قُلْتُها لَمْ أُرِدْ بهٖ اِلاَّ خيرًا قَالَ ماتَنَا هَتْ دُوْنَ عَرْشِ الرَّحْمٰنِ جَلَّ ذِكْرُه'۔

(ابوداوٗد شریف صفحہ ۳۱۰ حدیث ۷۶۵)

باب الْجَمْعُ بَيْنَ السُّوَرَ تَيْنِ فِیْ رَكْعَةٍ وَّ القرآءةِ بالْخَوَتيمِ وبِسُوْرَةٍ۔ قَبْلَ سُوْرَةٍ وباَوَّلِ سُوْرَةٍ وَّ يُذْكَرُعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ قَرأَ اَلنبِىُّ صلى اللّٰه عليه وسلم الْمُوْمِنُوْنَ فِیْ الصُّبحِ حَتّٰی اِذْجآءَ ذِكْرُ مُوْسیٰ وَهَارُوْنَ اَوْ ذِكْرُ عيْسٰی اَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكَعَ وَ قَرأَعُمَرُفِی الرَّكْعَةِ الْاوْلىٰ بِمائةٍ و عِشْرِينَ ايَةً مِّنَ الْبَقَرةِ

وَفِیْ الثَّانِیَۃِ بِسُوْرَۃٍ مِّنَ المثَانِیْ وَقَرَأَ الأَ حَنَفُ بِالْکَھْفِ فِی الْاُوْلیٰ وَفِیْ الثَّانِیَۃِ بِیُوْسُفَ اَوْ یُوْنُس وذکر انه صلی عُمر الصبح بهمَا وَ قَرَأَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِاَرْبَعِیْنَ اٰیَۃً مِنَ الْاَنْفَالِ وَفِیْ الثَّانِیَۃِ سُوْرَۃً مِّنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَۃُ فِیْمَنْ یَقْرَأُ بِسُوْرَۃٍ وَّ بَعْدَہٗ فِیْ رَکْعَتَیْنِ اَوْ یُرَدِّدُ سُوْرَۃً وَّاحِدَۃً فِیْ رَکْعَتَیْنِ کُلٌّ کِتَابُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ کَانَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ یَؤُمُّھُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَآءَ وَکَانَ کُلَّمَا افْتَتَحَ سُوْرَۃً یَّقْرَأُ بِھَا لَھُمْ فِیْ الصَّلٰوۃِ مِمَّا یَقْرَأُ بِہٖ افْتَتَحَ بِقُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا ثُمَّ یَقْرَأُ بِسُوْرَۃٍ اُخْرٰی مَعَھَا وَکَانَ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَکَلَّمَہٗ اَصْحَابُہٗ وَقَالُوْا اِنَّکَ تَفْتَتِحُ بِھٰذِہِ السُّوْرَۃِ ثُمَّ لَا تُرٰی اَنَّھَا تُجْزِئُکَ حَتّٰی تَقْرَأَ بِاُخْرٰی فَاِمَّا تَقْرَأُ بِھَا وَ اِمَّا اَنْ تَدَعَھَا وَ تَقْرَأَ بِاُخْرٰی فَقَالَ مَآ اَنَا بِتَارِکِھَا اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّکُمْ بِذٰلِکَ فَعَلْتُ وَ اِنْ کَرِھْتُمْ تَرَکْتُکُمْ وَکَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّہٗ مِنْ اَفْضَلِھِمْ وَکَرِھُوْا اَنْ یَؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ فَلَمَّا اَتَاھُمُ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَخْبَرُوْہُ الْخَبَرَ فَقَالَ یَا فُلَانُ مَا یَمْنَعُکَ اَنْ تَفْعَلَ مَا یَاْمُرُکَ بِہٖ اَصْحَابُکَ وَمَا یَحْمِلُکَ عَلٰی لُزُوْمِ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّھَا قَالَ حُبُّکَ اِیَّاھَا اَدْخَلَکَ الْجَنَّۃَ ۔

(بخاری شریف صفحہ ۳۳۹ باب ۴۹۷)

۶ امام بخاری کتاب الصَّلٰوۃ کے باب الجمع بین السُّورتین فی رکعۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں ایک صحابی مسجد قبا میں نماز پڑھاتے تھے۔ نماز میں جب کوئی سورۃ پڑھتے تو اُس سے پہلے سورۃ اخلاص ضرور پڑھے پھر اس کیساتھ سورۃ اخلاص پڑھتے وہ ہر رکعت میں اسی طرح پڑھتے انکے ساتھیوں نے اُن سے کہا کہ آپ پہلے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں پھر اُسے کافی نہیں سمجھتے اور اس کے علاوہ ایک دوسری سورۃ بھی پڑھتے ہیں، ایسا بھی کیا! یا تو آپ صرف سورۂ اخلاص پڑھیں، یا سورۂ اخلاص پڑھکر پھر سورۃ کو پڑھنا یہ کیا ہے اُنہوں نے فرمایا میں اس سورۃ کو نہیں چھوڑ سکتا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں امامت کروں اور نہیں پسند کریں تو امامت چھوڑ دونگا، صحابہ کرام اہل قبا میں سے اُنہیں افضل جانتے تھے لہٰذا کسی دوسرے کی امامت بھی گوارہ نہ تھی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے یہاں تشریف لائے تو

لوگوں نے یہ صورت حال بیان کی، آپ نے اُس انصاری صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، تمہارے ساتھی جو کچھ تمھیں کہتے ہیں، تمھیں اُسکی تعمیل میں کیا چیز روک رہی ہے؟ اور ہر رکعت میں بالالتزام سورۂ اخلاص دوسری سورہ کیساتھ ملا کر پڑھنے کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اس سورۃ سے محبت رکھتا ہوں۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس سورہ سے محبت تمہیں جنت میں لے جائے گی......

غور کریں بات بات پر بدعت کی رٹ لگانے والوں کا آپکی سیرت طیبہ سے کیا تعلق ہے۔

علامہ ناصر الدین ابن المنیر اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مقاصد فعل کے احکام کو تبدیل کر دیتے ہیں، اگر وہ صحابی یہ کہتے کہ میں اس سورۃ کو بار بار اسلئے پڑھتا ہوں کہ اور کوئی دوسری سورۃ مجھے یاد نہیں ہے تو ہوسکتا تھا کہ آپ انہیں دوسری سورۃ یاد کرنے کا حکم دیتے لیکن انہوں نے تو عذر پیش کیا کہ مجھے اس سورۃ سے محبت ہے جس سے ظاہر ہوا کہ انکا مقصد صحیح ہے تو آپ نے انکی تصویب فرمائی۔ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن پاک کے کسی حصہ کیساتھ خصوصی لگاؤ اور اس حصہ کا کثرت سے پڑھنا جائز ہے۔ اسکا یہ معنی نہیں ہوگا کہ باقی قرآن پاک چھوڑ دیا گیا ہے۔

عَنْ عائشةَ أَنَّ النَّبی صلی اللہ علیه وسلم بَعَثَ رَجُلاً علیٰ سریّةٍ وَ کَانَ یقراءُ لِاصحابهٖ فی صلوٰتِهم فیخْتِمُ بِقُلْ هو اللّٰہ احد فلما رجعوا ذکروا ذٰلك للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال سَلُوْهُ لِاَیِّ شئیٍ یَصْنَعُ ذٰلك فَسَأَلُوْه فقال لِانَّها صِفَةُ الرَّحمٰن وانا اُحبُّ أَنْ اقرأُها فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم اُخبِروهُ أنَّ اللّٰہَ یُحِبُّه‘. متفق علیہ

(مشکوٰۃ شریف جلد اول ۴۶۱ حدیث ۲۰۲۶ کتاب فضائل القرآن)

ے امام بخاریؒ نے کِتَابُ التَّوحِید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح کی ایک حدیث روایت کی ہے۔ جسمیں ایک صحابی نے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستہ کا امیر مقرر کیا تھا نماز پڑھاتے وقت سورہ کے اخیر میں سورہ اخلاص کی قرآت بھی کرتے تھے، مجاہدین نے واپسی پر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، حضور نے فرمایا، اس سے پوچھو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو صحابہ کے استفسار پر اس صحابی نے جواب دیا کہ اس سورہ میں اللہ کی خالص توحید اور اللہ کی صفت ہے اسلئے اسکی

تلاوت محبوب رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اسے بتادو اللہ بھی اُسکو محبوب رکھتا ہے......

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں ابن دقیق العیدؒ سے فرماتے ہیں کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ وہ ہر رکعت میں قرات کے اخیر میں سورۃ اخلاص پڑھتے تھے، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ صرف دوسری رکعت میں قرات کے اخیر میں یہ سورۃ اخلاص پڑھتے تھے اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ صرف دوسری رکعت میں قرآت کے اخیر میں یہ سورۃ پڑھتے ہوں، ان دونوں طریقوں میں سے طریقہ جو بھی رہا ہو مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انمیں سے کسی طریقہ کا معمول نہ تھا۔ اس کے باوجود آپ نے اُس صحابی کے عمل کی شاندار تائید فرمائی......

تنبیہ...... صحابہ کے اعمال مذکورہ کی تائید فرمانے سے طاعت وعبادت کے ایسے طریقوں کے قبول کرنے میں ہمیں آپکا طریقہ معلوم ہوگیا اور وہ یہ ہے کہ ایسی بدعت (طریقہ) بدعت مذمومہ (برے طریقے) میں شمار نہیں کی جائیگی نہ خلاف شرع وسنت ہوگی۔

کتب احادیث میں اس طرح کے واقعات کا متعدد ہونا واضح ہے......

آپ دیکھ چکے کہ اس سے پہلے پیش کی گئی تمام حدیثیں نماز سے متعلق ہیں اور نماز بدنی عبادت میں اہم ترین عبادت ہے، جسکی فضیلت میں سینکڑوں احادیث وارد ہیں۔ خاصکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان صلوا کما رأیتمونی اُصلّی۔ (تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں پڑھتے دکھتا ہوں) مگر اس کے باوجود آپ نے صحابہ کے اُن اجتہادات کو قبول فرمایا کیونکہ اس زیادتی سے نماز اُس ہئیت سے خارج نہیں ہوتی جو شارع علیہ السلام نے مقرر فرمایا ہے شریعت کی مقرر کردہ حدوں کا التزام ضروری ہے۔ اسکے علاوہ معاملہ میں وُسعَت ہے۔ جب تک کہ طریق مطلوب میں داخل رہے۔ یہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور یہی واضح طریقہ ہے......

اسی بناء پر علمائے شریعت نے یہ اُصول مقرر کئے ہیں کہ ہر وہ امر (کام) جسکے مطلوب ومحمود (اچھے) ہونے کی شریعت گواہی دیے اور وہ نہ تو مخالف دین ہو، نہ اُسکے کرنے پر فساد مرتب ہو تو وہ بدعت کی حدود میں داخل نہیں ہیں بلکہ سنت میں داخل ہے۔ اگرچہ اُسکا غیر اُس سے افضل ہو کیونکہ عبادت میں بعض افضل بعض مفضول ہے جب تک اصل عبادت برقرار رہے تو انمیں سے کسی طریقہ کے اختیار

کرنے والے پر نہ تو طعن کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُسے بدعتی قرار دیا جا سکتا ہے......

اب کچھ ایسے اجتہادات کا ذکر کیا جاتا ہے جو نماز سے متعلق نہیں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں برقرار رکھا، آپ دیکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اُنکی تائید اور توثیق فرمائی......

عَنْ اَبِیْ سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ أَنَّ ناساً مِنْ اصحابِ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم أتوا علی حيٍّ مِنْ أحْياءِ العرب فَلَمْ يَقْرُوهُمْ فَبَيْنَمَا هم كذٰلِك لُدِغَ سَيِّدُ اُولٰئك فقالو اهَلْ معكم مِنْ دوا ءٍ او راقٍ فقالوا اِنَّكُمْ لم تَقْرُوْنَا ولا نَفْعَلُ حتّٰی تَجْعَلُو النا جُعُلاً فجَعَلو لَهُمْ قطيعاً من الشياء فَجَعل يَقْرأ بِام القرآن وَيجْمَعُ بُزاقَه، وَ يَتْفِلُ فَبَرأَ فَأَتَوْ ابالشّاء. فقالوا لا ناخذه، حتّٰی نَسْأل النَبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ و قال و ماأدْراك انها رقيةٌ خُذُوْهَا وَاضْربوالی بسهمٍ (بخاری شریف جلد سوم ۲۶۸ حدیث ۴۲۸ باب الرقی بفاتحۃ الکتاب)

(بخاری شریف جلد تین باب النفث فی الرقیة، ۴۳۴ حدیث ۷۰۰)

(۸) ایک صحابی کے دم کرنے کی روایت جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک سے زائد مقامات پر لایا ہے، یہ روایت بَابُ النفثِ فی الرُّقْیَۃ میں ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری ہیں۔

کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سفر پر روانہ ہوئی راستہ میں عرب کے ایک قبیلہ کے پاس قیام کیا اور اُنکے یہاں مہمان بننے کی خواہش ظاہر کی، مگر اُنہوں نے انکار کیا اتفاق کی بات کہ اُس قبیلہ کے سردار کو کسی موزی نے ڈس لیا۔ اُنہوں نے از خود ہر چند کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، اُنہیں میں سے لوگوں نے کہا کہ اگر تم اُس جماعت کے پاس جاؤ جو تمہارے پاس سے گزری ہے، ہوسکتا ہے اُنمیں سے کسی کے پاس کوئی چیز ہو، چنانچہ وہ صحابہ کرام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا ہے۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیا آپکے پاس کوئی چیز ہے، ایک صحابی نے فرمایا ہاں! بخدا میں دم کرتا ہوں لیکن ہم نے تم سے مہمانی طلب کی مگر تم نے ہماری مدارات نہ کی لہٰذا بخدا اُس وقت تک دم نہیں کروں گا جب تک تم ہمیں معاوضہ نہ دو گے۔ اُنہوں نے طے کیا کہ ہم بکریوں کا ایک ریوڑ دینگے، وہ صحابی

تشریف لے گئے ۔ وہ الحمد شریف پڑھتے جاتے تھے اور اس سردار پر آہستہ آہستہ پھونکتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ جیسے کہ وہ رسّی میں جکڑا ہوا ہو اور اب رسّی کھل گئی ہو کہ چلنے میں بھی کوئی کجی نہیں تھی ۔ انہوں نے طے شدہ بکریاں اُس صحابی کو دے دی ۔ اب صحابہ میں اختلاف رائے ہو گیا بعض نے کہا اِسے تقسیم کیا جائے ۔ دم کرنے والے صحابی نے فرمایا بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے سے پہلے تقسیم نہ کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تجھے کس نے بتایا کہ سورۂ فاتحہ میں دم ہے، تم نے درست کیا بکریاں تقسیم کرلو اور میرا حصہ بھی نکالو۔ سلیمان بن قند کی روایت میں ہے وَمَا یُدْرِیکَ اَنَّھَا رُقیَۃٌ (تجھے کس نے بتایا کہ یہ دم ہے) اسکے بعد یہ اضافہ ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک شئے میرے دل میں ڈالی گئی اُسی نے میری رہنمائی کی۔

اِس سے صراحتًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کو پہلے سے علم نہ تھا کہ فاتحہ کیساتھ دم کرنا جائز ہے انہوں نے جو کچھ کیا، اپنے اجتہاد سے کیا چونکہ اسمیں شریعت کی مخالفت نہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم نے درست کیا مال تقسیم کرو، اور میرا حصہ بھی نکالو، اس سے صاف مطلب ہے کہ آپ نے صحابی کے فعل وعمل کی پرزور تائید فرمائی۔

(۹) اسی طرح کا ایک اور واقعہ مروی ہے، ایک شخص کی عقل میں خلل ہو گیا۔ ایک صحابی نے اُس پر سورۂ فاتحہ پڑھی وہ تندرست ہو گیا۔ (مراۃ المناجیح جلد ۶ صفحہ ۲۳۷)

(۱۰) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کے کان میں تکلیف تھی، اُنہوں نے قرآن پاک کی چند آیتوں کو پڑھکر دم کر دیا وہ تندرست ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا۔ تم نے کیا پڑھا تھا اُنہوں نے عرض کیا۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ سے سورۃ مومنون کی آخر آیات تک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی صاحبِ ایمان شخص یہ آیات پہاڑ پر پڑھے تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیگا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے دریافت کی تھی اور یہ کام اپنے جی سے کیا تھا، چونکہ یہ اچھا کام تھا اس لئے آپ نے ان کی تائید فرمائی جیسے کہ امام بخاری کی روایت

کے مطابق سودۂ فاتحہ کے دم کرنے والے صحابی کی تائید کی۔ اسی طرح امام ابوداوٗد ترمذی ونسائی کی روایت کے مطابق سودۂ فاتحہ کیساتھ دم کرنے والے صحابی کی تائید فرمائی ایسے دو الگ الگ واقع ہیں ایک تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ دوسرا ان کے چچا حضرت خارجہ بن صلت سے راوی ہے۔ تیسرا واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہے۔ اس طرح کے واقعات صحابہ کرام سے مروی ہیں جنکی حضورﷺ نے تائید وتوثیق فرمائی۔

عن أبی سعید الخدری اخبرنی أخی قتادةُ بن النُعمانِ اَنَّ رجلاً قامَ فی زَمَنِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأمِنَ السَّحرَقل ھُو اللّٰہ اَحَدٌ لا یزیدُ علیھا فَلما اَصبحنا اَتیٰ رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(بخاری شریف جلد سوم صفحہ ۳۵۔ باب فضل قل ھواللہ احد)

(۱۱) ایک صحابی رات بھر قیام کرتے اور سورۂ اخلاص ہی پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے۔

(۱۲) سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے واپسی پر جہاں جہاں حضورﷺ نے قیام فرمایا صحابہ کرام نے وہاں مسجدیں بنادیں، جس طرح اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنائی گئی تھی۔ (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ ۵۹۵)

ہم نے جتنی حدیثیں پیش کی ہیں انکی روشنی میں ہمارا موقف بالکل واضح ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں آپکے سامنے بہت سے ''نوایجاد اُمور'' نئے نئے کام ہوئے اور اُن پر آپ نے تائید کی اور اپنی رضا مندی وخوشی کا اظہار فرمایا بعض موقع پر تو دُعائے برکت بھی دی کیونکہ اُنمیں فساد نہ تھا اور نہ ہی وہ اُمور آپکے طریقے (سنت) کے مخالف تھے...... تواتر معنوی سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ آپکے عہد مبارک میں اور اُسکے بعد بھی صحابۂ کرام نے بہت سے ایسے کاموں کو روا رکھا ہے جو نئے ہونے کے باوجود آپکی سیرت اور ہدایت کے تحت داخل تھے، اگرچہ ان کاموں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہیں کیا نہ آپکے زمانے میں کیے گئے...... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کا رمضان میں تراویح باجماعت کا قیام فرمانا مزید اس پر نِعْمَتِ الْبدعةُ ھٰذہٖ ارشاد فرمایا، ایک وقت میں تین طلاق دینے کو تین قرار دینا اور تکبیرات جنازہ وعیدین کو تحریر فرمانا، یونہی خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اپنے عہد میں ایک اذان کا جمعہ میں اضافہ فرمانا وغیرہ عہد نبوی کے بعد کی ایجاد کی مثالیں ہیں۔

باوجود اسکے یہ سب سنت میں داخل ہیں ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام صرف اُس عمل کو بدعت سیئہ قرار دیتے تھے جو شریعت مطہرہ کے مخالف ہو......

عَنْ زَيْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ اَرْسَلَ اِلَیَّ اَبُوْ بَكْرٍمَّقْتَلِ اَهْلِ الْيَمَامَةِ فَاِذَا عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَه' قَالَ اَبُوْ بكْرٍاِنَّ عُمَرَ اَتَانِیْ فَقَالَ اِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّالْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبُ كَثِيْرٌمِنَ ا لْقُرْآنِ وَ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئاً لَّمْ يَفْعَلْه' رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه عليه وسلم قَالَ عُمَرُ هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِیْ حَتیٰ شَرَحَ اللّٰهُ' صَدْرِیْ لِذَالِكَ وَ رَاَيْتُ فِیْ ذَالِكَ الَّذِیْ رَاٰی عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّكَ رَجُلٌ شَآبٌّ عَاقِلٌ لا نَتَّهِمُكَ وَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْیَ لِرَسُوْلِ اللّٰه صلی اللّٰهعليه وسلم فَتَتَبِعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْه' فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِیْ نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَیَّ مِمَّا اَمَرَنِیْ بَهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآن قَالَ قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُوْ نَ شَيْأًلَمْ يَفْعَلْه' رَسُوْلُ اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ اَبُوْ بَكْر يُرَاجِعُنِیْ حَتّٰی شَرَحَ اللّٰهُ' صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَه' صَدْرَاَبِیْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ اَجْمَعْه' مِنَ الْعُسُبِ وَ اللِّخَافِ وصُدُوْرِ الرِجَالِ حَتّٰی وَجَدْتُ اٰخِرَ سُوْرَةَ التَوْبَةِ مَعَ اَبِیْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِیُّ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ احَدٍغَيْرِهٖ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌمِّنْ اَنْفُسِكُمْ حَتّٰی خَاتِمَةَ بَرَآءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ اَبِیْ بَكْرٍ حَتّٰی تَوَفَّاه' اللّٰه ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيٰوتَه' ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۸۱ حدیث ۲۱۱۶)

(۱۳) کاتب وحی حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا، پاس ہی عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا عمر! کہہ رہے ہیں کہ جنگ یمامہ بہت شدت اختیار کر چکی ہے۔ کہیں قاری حضرات شہید نہ ہو جائیں، اگر ایسا ہوا تو قرآن کا ایک حصہ ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ قرآن کو آپ جمع کر لیں۔ میں نے جواب دیا۔

''میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تھا۔''

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا......

خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے۔

عمرؓ زور دیتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور اُنکی رائے سے متفق ہو گیا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ کام زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے حوالے کرنا چاہا تو اُنہوں نے بھی یہی کہا۔ ''آپ دونوں حضرات وہ کام کیوں کرتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

اس پر صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا،

خدا کی قسم یہ کام بہتر ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دونوں حضرات اپنے ساتھ متفق کرنے پر زور دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انکا سینہ بھی اُسی طرح کھول دیا جس طرح ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنھما) کے سینے کھول دیئے تھے۔ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام پر آمادہ ہو گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسا کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نہ کیا ہو اور نہ اُس سے منع کیا ہو اپنے جی سے رضاء اِلٰہی کیلئے، یا رفاہ عام کیلئے یا اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی وسربلندی کیلئے کیا جا سکتا ہے، ایسے نیک کام کرنے کی قرآن بھی اجازت دیتا ہے جب ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما نے اس پر پر خدا کی قسم کھائی۔

(۱۴) اسود بن ہلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کیساتھ جا رہے تھے انہوں نے فرمایا بیٹھو! ہم ایک گھڑی ایمان مضبوط کر لیں (اِس سے مراد قرآن کی تلاوت ہے)

چنانچہ ابن ابی شیبہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اُنہوں نے علقمہ تابعی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی بنیاد پر'' حلال وحرام کے بڑے عالم ہیں'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو خلیفۂ راشد ہی ہیں۔ وہ دونوں یہ کار خیر کرتے ہیں حالانکہ اس طرح نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا نہ حکم دیا، یہ سب اپنے اپنے اجتہادات سے (یعنی اپنی طبیعت اور جی سے) خیر کے نئے نئے طریقے ڈھونڈھتے اور اپناتے ہیں ایک دوسرے کو اُسکی رغبت دلاتے ہیں۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تلاوت کیلئے جمع ہونا اور ایسی مجلس کا قیام منقول نہیں ہے۔ پھر بھی وہ اجلۂ صحابہ کرام خیر اور نیکی کے نئے نئے طریقے ڈھونڈ ھتے،

اُنہیں معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَافْعَلُوا الْخَیْرَ (اچھے کام کرو) یہ حکم عام ہے کسی طریقہ کار کی تخصیص نہیں، بس نیت خیر کی ہونی چاہئے کام اور طریقہ کار اپنی طبیعت اور مرضی سے جیسا بھی ہو خیر ہی خیر ہے بس مخالف شریعت نہ ہو۔

نبی کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے راہِ ہدایت کی یوں بھی نشاندہی فرمائی ہے ''مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ'' ایک دوسری حدیث پاک میں بھی اپنے اور خلفائے راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا۔ خلفائے راشدین سے مراد حضرت ابوبکر، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت امام حسین مجتبےٰ اور (بقول بعضے عمر بن عبدالعزیز) رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ ان میں سے آخری حضرت امام مہدی ہیں ممکن ہے اس حدیث میں خلفاء سے مراد (ان حضرات کے علاوہ) دیگر صحابہ کرام، تابعین، اور حضور کے نقش قدم پر چلنے والے علمائے دین بھی ہوں۔ کیونکہ حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے ''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ'' علما انبیا کے وارث ہیں (اس سے مُراد صرف علماء راسخین ہیں جو عشق مصطفائی اور خوف وخشیتِ الٰہی کے امین ہوتے ہیں، نہ کہ صرف دستار بند مطنجین کا گروہ) آیت مبارکہ میں ''اُولِی الْاَمْرِ'' کی تفسیر اُن علماء سے بھی کی گئی ہے جو احکام کا استنباط کرتے ہیں، بعض نے ''اُولِی الْاَمْرِ'' سے مُراد خلفاء وسلاطین اسلام بھی لیا ہے کہ ملوک وسلاطین بھی اوامر ونواہی کے قوانین کا نفاذ کرتے ہیں عدلیہ اور حدود وقصاص کے جاری کرنے میں معین ومددگار ہوتے ہیں اور سرحد اسلامی کی حفاظت قوت وشوکت کا سبب بنتے ہیں۔ اسی لئے سلطان عادل کے حق میں دُعائے خیر کی بات کہی گئی ہے۔ قدوۃ العلما زبدۃ الفقہا ابوحنیفۂ ثانی حضرت مولنا شہباز محمد قدس سرہ النورانی جو گیارہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم ہیں ابوالمظفر شاہجہاں بادشاہ کے مکتوب کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ''البتہ فقرائے سلوک را باید کہ بحق سلطانِ عادل دُعائے خیر می کنند''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا۔ تو مسلمان جس کام کو اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اس حدیث سے مسلمانوں کے اقوال وافعال کی عزت وحرمت ظاہر ہوتی ہے۔ مسلمان جس کام کو اچھا جان کر کرتے ہیں اسمیں انکے دل کے ارادہ کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ دل میں کوئی بات آتی ہے ایسا

کرو پھر عقل کے ترازو پر تولتے ہیں کہ یہ کام فساد والا تو نہیں، جب نہیں ہے تو یہ بھی خیر ہی کا حصہ ہے لہٰذا اسے کیا جائے۔ بھلائی کے جمع کرنے نیکیوں میں اضافہ کرنے کے لئے جی کی خوشی سے، دل کے اشارے پر ایسے کام ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسمیں کوئی برائی نہیں کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ط (جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا)

مسلمان کا دل ایمان کا مسکن ہے جسے اللہ کے عرش سے تشبیہ دی گئی ہے۔ قَلْبُ الْمُؤمِنِ عَرشُ اللّٰہِ تَعَالیٰ (ایمان والوں کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔) لہٰذا مسلمان اپنے ایمان کی سلامتی کیلئے جو راہ خیر تلاش کرتا ہے اور بھلائی کا طریقہ اپناتا ہے وہ کام کبھی ضلالت کیطرف نہیں لیجا سکتا بشرطیکہ خلاف سنت نہ ہو۔

علمائے دین کے اِس قول کا یہی مطلب ہے کہ بدعت ضلالت (گمراہ کرنے والا نیا کام) وہ ہے جسکا ذکر حدیث شریف میں ہے کہ وہ حکم شریعت کے منافی ہو اور دلیل خاص یا عام سے مطلوب شرع یا موافق شریعت نہ ہو...... اور جو حکم شریعت کے تحت داخل ہو اور دلیل خاص یا عام سے اُسکا شریعت کے مطابق ہونا ثابت ہو وہ شرعی بدعت نہیں۔ اگرچہ لغوی معنی کے اعتبار سے اُسے بدعت کہہ دیا جائے، جو اچھے اور بُرے دونوں طرح کے کاموں کو شامل ہے...... تحریر کے اس گوشہ تک پہنچتے ہمیں اپنے سفر کا ایک تاریخی واقعہ یاد آ گیا، واقعہ مضمون کے مزاج سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے اسکا ذکر مناسب ہوگا۔

تقریباً ۱۵/۱۶/ سال کا عرصہ ہوتا ہوگا، میں دو تین ماہ سے مسلسل سوراشٹر، گجرات اور مہاراشٹر کے تقریری پروگرام میں مصروف تھا، غالباً آخری پروگرام اندھیری کا تھا پروگرام کے اختتام پر میں بمبئی وی ٹی اسٹیشن آ گیا اور پہلے سے ریزروشدہ A/C کلاس کے ریزرویشن ڈبہ میں بیٹھ گیا۔ مسلسل شب بیداری سے کافی تھکن محسوس کر رہا تھا، چند ساعت بعد ہی برتھ پر لیٹ گیا اور گہری نیند کا مزا لینے لگا، بمشکل دو گھنٹہ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ شور و شغف کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ سامنے والی برتھ کا منظر لائق دیدنی تھا، ایک تنومند مولوی نما شخصیت پاس کی ہم نشست خواتین اور اُن کے ہمراہی نوجوانوں سے اُلجھ رہی تھی، موضوع گفتگو سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگی دراصل یہ لوگ اجمیر شریف کے زائرین میں سے تھے...... اور

مولانا صورت شخص دارالعلوم دیو بند کے مبلغین میں سے ایک جو اپنی پاٹ دار آواز میں اپنا علمی قہر اُن خوش عقیدہ مسلمانوں پر ڈھار ہے تھے اور شرک و بدعت کی بے نیام تلوار کمپارٹمنٹ کے اندر بے دریغ چلا رہے تھے، کچھ دیر میں خاموشی سے اُنکی گفتگو سنتا رہا...... اچانک ...... پاس والی برتھ سے تیز آواز آئی۔ مولانا......! جلدی کُود جایئے ...... ''یہ بھی بدعت اکسپریس ہے'' کمپارٹمنٹ سارا قہقہوں سے گونج اُٹھا۔ بے ساختہ میری بھی ہنسی چھوٹ گئی۔ میرا ہنسنا کیا تھا۔ مصیبت آگئی ...... مولنا نے گھور کر میری طرف دیکھا اور یکا یک میرے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے بول اُٹھے ''یہ انگوٹھی بھی بریلوی ہوگی ...... پھر تڑخ کر بولے ...... صاحب ......! آپ لوگوں نے نہ جانے مولوی احمد رضا خاں کو کیا سمجھ لیا ہے، سارے بدعات و خرافات کا بے تاج بادشاہ یکا یک امام اہلسنت، اعلیٰحضرت، حضور پُر نور، کیا کیا کہا جانے لگا۔ توبہ، توبہ، آپ جیسے لوگ تو اُنہیں خدا کہنے لگے ہیں، استغفراللہ وہ کیا شعر بریلوی لوگ پڑھتے ہیں نقل کفر کفر نہ باشد...... وہ کیا ہے ...... آں یاد آیا۔ یہ دُعا یہ دُعا ہے۔ میرا اور سب کا خدا احمد رضا۔ توبہ توبہ ...... میاں میں سچ کہتا ہوں دور حاضرہ میں اُمت کا ایک بڑا طبقہ بریلوی دین کی پیروی میں جہنم تک پہونچے گا...... وغیرہ وغیرہ ...... مولنا بغیر فل اسٹاپ کے بولتے ہی چلے گئے اب میں نے اپنی خاموشی توڑی اور مولنا کو روکتے ہوئے کہا سنئے، سنئے مولنا ......! کیا آپ مجھ سے مخاطب ہیں؟ جی ہاں تو اور کس سے یہ عنایت خاص ادھر کیوں؟ اس لئے کہ آپ بھی رضا خانی ہی نظر آتے ہیں ...... اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں۔ میں نے سنجیدگی سے کہا...... ضرور، ضرور کہئے۔ مولنا! میں حیرت میں ڈوب گیا آپکی یہ باتیں سن کر جو ابھی آپ نے مجھ سے کہی ہیں ...... کیوں؟ مولنا نے تیزی سے کہا...... اس لئے کہ ایک طرف تو آپ اللہ کی توحید خالص کا عقیدہ یوں بیان کئے پھرتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو قدرت و اختیار والا تسلیم ہی نہیں کرتے، یہاں تک کہ انبیاءؑ و اولیا کو مجبور محض بتاتے ہیں اگر کوئی نبی کیلئے علم غیب بتائے تو اُسے آپ مشرک مانتے ہیں مولنا درمیان میں بول پڑے ارے اللہ کے سوا کوئی مالک و مختار ہے بھی نہیں اور عالم الغیب بھی وہی ہے ...... ٹھیک ہے مولنا آپ میری بات تو مکمل ہونے دیں ...... بولئے بولئے ہاں ...... ایک طرف تو آپکا یہ خالص عقیدہ ہے جی ہاں ...... اور دوسری طرف آپ نے مجھ جیسے غیرُ اللہ کیلئے خلق کرنے بنانے، سنوارنے کی طاقت کا اعلان بھی کر دیا۔ اب میں حیرت میں ہوں کہ صحیح کیا ہے؟ وہ جو آپکی کتابوں میں دیکھتے ہیں یا

پھر یہ جو ابھی آپ نے فرمایا ہے۔ مولٰینا نے تیز لہجہ میں کہا۔ میں نے ابھی ایسی کیا بات کہدی؟ ارے واہ مولانا آپ نے چند ہی لحہ پہلے تو کہا ہے نا...... کہ آپلوگوں نے مولنٰا احمد رضا خاں کو کیا کیا بنا کرر کھ دیا ہے تو کسی کو بنانے اور بگاڑنے کا مختار تو آپ مجھے سمجھتے ہی ہیں نا......؟ پھر آپ اپنے عالم غیب ہونے کا بھی یقین رکھتے ہیں...... ہرگز نہیں توبہ...... کیوں نہیں مولنٰا آپ یقین رکھتے ہیں...... کیوں صاحبان......! میں نے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ مولنٰا نے کچھ ہی دیر پہلے تو فرمایا ہے کہ میں یقین سے کہتا ہوں کہ دور حاضر میں ایک بڑا طبقہ بریلوی دین کی پیروی میں جہنم تک پہنچے گا۔ جی ہاں...... سب بیک زبان بول پڑے..... تو اس سے واضح ہے کہ مولنٰا کو قیامت تک علم ہے۔ کون جنتی ہے کون جہنمی امتی کے اعداد و شمار کی بھی خبر ہے۔ پھر یہ حیرت کی بات نہیں تو اور کیا ہے کہ رسول کے علم غیب کا یہ انکار کرتے ہیں۔ انہیں پیٹھ کے پیچھے کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور اپنے علم کا حال یہ بیان کر رہے ہیں کہ قیامت جیسے آملیٹ بن کر انکی پلیٹ میں رکھی ہو...... قہقہے گونج اٹھے..... مولنٰا نے سٹپٹا کر کہا ارے جناب آپ باتوں میں الٹ پھیر کر رہے ہیں..... آپ تو ''ہندی کی چندی'' کرنے لگے.... مولنٰا میں نے اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے جو آپکا عقیدہ آپکی کتابوں میں اور فی الحال جو آپکا جملہ سب کے ذہنوں میں ہے اسی کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ مولنٰا نے آنکھیں چراتے ہوئے کہا.... بہر کیف عقیدہ افضل ہے جو عقائد کی کتابوں میں ہے، مجلسی گفتگو میں ہیر پھیر کر کے عقیدہ ثابت نہیں کیا جاتا۔ میں نے کہا کیسی ہیر پھیر...... جیسی آپکے اکابر تراجم قرآن اور تفہیم حدیث میں کر گئے ہیں..... نہیں بالکل نہیں...... علماء دیوبند نے سنت کو سنت جانا بتایا اور بدعت کو بدعت..... میں نے فوراً ہی سوال کر ڈالا اچھا مولنٰا آپ فرمائیے بدعت کیا ہے؟ کُل محدثۃٍ بدعۃ و کل بدعۃٍ ضلالۃ ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ مولنٰا نے پر جوش لہجے میں کہا اور میں مسکرا اُٹھا...... مسکرانے کی کیا بات ہے؟ یہ حدیث ہے...... جی کچھ نہیں...... پاس والے برتھ سے پھر وہی آواز کانوں میں لہرا گئی........ کہانا جلدی گُو دیئے یہ ایئر کنڈیشنڈ بدعت ہے...... پھر قہقہے گونجے...... ہاں مولنٰا...... بس یہی ہے یا کچھ اور کہنے لگے...... میاں! اسی کُل میں کل ہے...... میں نے کہا اس کُل سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ شوخی سے بولے کُل سے کُل سمجھتے ہیں...... میں نے کہا جناب! حدیث تو آپ نے ٹھیک پڑھی مگر ٹھیک سمجھی نہیں...... اگر آپ ہی کی سمجھ پر اسکی تفصیل کی جائے تو دفتر کے دفتر تیار ہو

جائیں۔ بعد زمانہ رسالت نئے کاموں کی فہرست تیار کریں تو سینکڑوں نئے کام دین کے اندر ملینگے جو زمانہ رسالت میں نہیں ہوئے، دنیا کی تو ابھی بات ہی چھوڑ یئے مولنا آپ ہی کہئے اگر عہد رسالت کے بعد سارے نئے کاموں اور نئی چیزوں کو بلاتفریق بدعت مان لیا جائے، تو آپکی اور ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ، نشست و برخاست، گھریلو معاملات، رشتہ داریاں، ذمہ داریاں، تعلیم وتربیت، بچوں کی نشوونما ہزار ہا بدعات ملینگے۔ انسانی آبادی کے بہت سارے مناظر کھنڈر نظر آئینگے، تن چھپانے کو گز بھر کفن نہ ملیگا...... مولنا نے جھنجھلا کر کہا بس آپ ہی بولتے جائینگے یا مجھے بھی...... میں نے کہا شوق سے...... اکڑ کر بولے آپ لفظوں کے جال نہ بُنیئے...... چرب زبانی سے مرعوب نہیں کیجئے...... دلیل پیش کیجئے دلیل...... میں نے کہا کیسی دلیل بولے شرعی دلیل میں نے کہا آپ نے لفظ کُل ہی کو نہیں سمجھا...... ارے آپ ہی کل سمجھائے نا جناب مولنا نے تنگ کر کہا...... تو سنئے یہ حدیث عام ہے مگر مُراد اس سے خاص ہے۔ کیونکہ یہ حدیث بظاہر اُن دلیلوں اور شہادتوں کے خلاف ہے جو کتاب وسنت سے نو پیدا اُمور (نئے کاموں) کے احکام معلوم کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ میری اس فقہی زبان سے گھبرا کر ایک نوجوان جلدی سے بول پڑا۔ سمجھا نہیں حدیث عام ہے مُراد خاص ہے کیا مطلب؟...... مولنا نے مسکرا کر کہا انکی منطق سنتے جایئے نا...... میں نے نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے کہ آپ اس کو یوں سمجھے...... کل آپ ٹرین سے اُترینگے جی ہاں...... اپنے گھر والوں سے روداد سفر بتائینگے۔ ہاں بات آئیگی آج کے مباحثے کی تو آپ یہی نا کہینگے کہ گفتگو کمپارٹمنٹ کے سب لوگ سن رہے تھے۔ جی جی حالانکہ آپ دیکھ لیں کچھ لوگ سن رہے ہیں کچھ لوگ نہیں بھی سُن رہے ہیں، کچھ لوگ سو رہے ہیں...... ہاں جی...... مگر آپ نے کہا سب لوگ سن رہے تھے۔ آپ نے سب کہکر کچھ لوگ مُراد لیا ہے۔ یہی مطلب ہے کُلُّ کا۔ عام کہا ضرور مگر مُراد اس سے خاص ہے اور بھائی...... ایسا تو آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ ہم کسی علاقہ میں جاتے ہیں چند لوگوں سے ملتے ہیں اُنہیں کج اخلاق پاتے ہیں، جب بھی بات نکلتی ہے اُس علاقہ کی کہتے ہیں ارے چھوڑ یئے وہاں سب ایسے ہی ہیں۔ حالانکہ وہاں سب ویسے نہیں ہوتے کچھ ہوتے ہیں یہاں بھی ہم نے کہا سب مگر مُراد میری ہے ''کچھ''...... اسی کو کہتے ہیں عام بول کر خاص مُراد لینا...... نوجوان جی اب بالکل سمجھ گیا...... ادھر مولنا ٹپک پڑے یہ مثال قرآن سے ہے یا حدیث سے...... میں نے کہا جناب! گھبراتے کیوں ہیں...... وہ بھی پیش کرتا ہوں

......قرآن پاک میں بھی ایسی مثالیں کثرت سے ملینگی......مثلاً

(۱) قوم عاد پر نازل ہونے والی آندھی کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے تُدَمِّرُ کُلَّ شَئی (آندھی ہر شئ کو تباہ کر دیتی ہے) حالانکہ یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اُس آندھی نے زمین کو برباد نہیں کیا، پہاڑوں کو نہیں ڈھایا، چاند ستاروں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا......دوسری مثال سنئے......

(۲) ملکۂ سبا کے تعلق سے قرآن میں فرمایا گیا۔ وَ اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ ط (ملکۂ سبا کو ہر چیز دی گئی) حالانکہ اُسے حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت نہیں دیا گیا تھا......

(۳) اسی طرح حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَلْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ شِفَاءٌ لِكُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامُ (بخاری شریف سوم صفحہ نمبر ۲۵۵ حدیث ۶۴۷) سیاہ دانہ (کلونجی) موت کے علاوہ ہر بیماری میں شفا ہے) دیکھئے! اس حدیث میں بھی لفظ "کُلّ" ہے مگر شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر نہیں ہے کہ ہر بیماری میں شفا ہے۔ یہاں بھی وہی عام فرما کر خاص مُراد لیا گیا۔ جب صورت حال یہ ہے تو پھر کون ہے جو انکار کی جرات کریگا۔ اسلام کے جمہور علمائے راسخین پر جنھوں نے حدیث پاک کُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث عام مخصوص منہ البعض ہے۔ یعنی یہاں بھی عام کہکر بعض مراد لیا گیا ہے۔ مقصد یہ کہ ہر وہ نیا کام جو سنت وشریعت کے خلاف ہو بدعت مذمومہ (برا طریقہ ہے) اور جو خلاف سنت وشریعت نہ ہو وہ بدعت تو ہے مگر محمودہ (اچھا طریقہ) ہے

......مولٰنا میری اس گفتگو سے نڈھال تو ہو ہی چکے تھے پست آواز میں بولے......ارے ہاں صاحب ......رضا خانی نے یہی سب تو سمجھا رکھا ہے یہ فلسفیانہ قلابازیاں بھی مولوی احمد رضا خاں کی دین ہے۔ مگر صاحب ہمیں تو حدیث کو حدیث سمجھنا ہے۔ بریلی سے تھوڑے ہی............ میں نے کہا...... سنئے مولٰنا اگر میں بھی چاہوں تو جواب الزامی میں یہ کہہ سکتا ہوں "مجھے دین اہل دین سے سمجھنا ہے دیو بند سے تھوڑے ہی مگر نہیں سوال نہ یہاں دیو بند کا ہے نہ بریلی کا سوال ہے تو قرآن وحدیث کے احکام کو صحیح طریقہ پر سمجھنے کا......اور آپ ہیں کہ بار بار بریلی بریلی کی تکرار کر رہے ہیں...... دین رضا خانی، مولوی احمد رضا خاں، مکررسہ کر فرمار ہے ہیں لگتا ہے آپ نے اُنہیں بہت قریب سے پڑھا اور سمجھا ہے......اور نہیں تو کیا بغیر پڑھے سمجھے بول رہا ہوں کیا......؟ اچھا تو آپ نے جب پڑھا ہی ہے تو کیا آپ مولنا احمد رضا خاں کا سنہ

ولادت اور سنہ وصال بتا سکتے ہیں ..... مولنٰا بھونچکا سے ہو کر منہ تاکنے لگے ..... کچھ دیر بعد کہا اس وقت ذہن میں نہیں ہے ..... میں نے کہا مولنٰا اسی لئے آپ ایک ہزار سال کے تابعین، محدثین و علماء راسخین کی تفاسیر، شروحِ احادیث اور جمہور علمائے اسلام کی آرا کو ایک صدی کی چادر میں لپیٹ کر مطمئن نظر آرہے ہیں۔ سنئے مولنٰا ..... ! یہ تقسیم بدعت کی رضاخانی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقسیم کردہ ہے۔ کیا حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ پر بھی آپ یہی تہمت لگائینگے؟ خلیفۂ ثانی حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بارے میں جو فرمایا یہ بدعت (طریقہ) کیا ہی اچھا ہے۔ اور ایسا ہی قول آپکے صاحبزادہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ سے بھی آیا ہے۔ کیا یہ دونوں جلیل القدر صحابی اللہ اور اسکے رسول کے نافرمان ہیں...؟ کیوں کہ انکے فرمانے کا بھی یہی مطلب ہے بدعت محمودہ بھی ہے ..... بدعت مذمومہ بھی .... اور جمہور علمائے راسخین نے بھی اسی تقسیم کو تسلیم کیا ہے۔ مثلاً حضرت امام نووی حضرت ابن عبد السلام، ابن عربی، خاتم الحفاظ ابن حجر وغیرہ کیا یہ سب ائمہ علم وفہم سے عاری تھے۔ اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو نہیں سمجھتے؟ خدا کی پناہ ..... ! مولنٰا نے جھٹ سے بدک کر کہا ..... ارے میں ان حضرات کی بات کب کر رہا ہوں۔ میں تو مولوی احمد رضا ..... بس بس ..... مولنٰا پینترے نہ بدلئے ..... سنئے سنئے ..... مولنٰا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اہلسنت و جماعت کے اصحاب علم وفہم کس حیثیت سے دیکھتے ہیں میں صاف صاف بتادوں آپ کم فہم جاہلوں اور عقل سے پیدل مقرروں کی مثال نہ دیجئے۔ ایسے افراد کسی دور میں بھی لائقِ توجہ نہیں رہے ہیں نہ رہینگے ..... خواہ وہ مولوی صورت ہی کیوں نہ ہو صرف چند پیشہ ورانہ تقریروں کو حفظ کر لینے سے یا درسگاہ کے مطبخ میں اندراج کرا کے دستار باندھ لینے سے ہی کوئی ذمہ دار نہیں ہو جاتا ..... آپ یہ دیکھیں کہ مولنٰا کے اس گروہ کے باشعور خوش فکر اہل علم وفہم کس نگاہ سے اپنے پیشوا یا رہنما کو دیکھتے ہیں۔ پیروی انہیں افراد کی کی جانی چاہئے جنکی روش افراط وتفریط سے پاک ہو ..... اگر قوم نصیری کے لوگ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو خدا ماننے لگے تو اسکے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا اُنکے اصحاب کو موردِ طعن تو نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح آپ نے ابتداء گفتگو میں جو لایعنی جوڑ گانٹھ کا ایک شعر سنایا جسکا مصرعہ غالباً یہی تھا ''میرا اور سب کا خدا احمد رضا'' یہ بکواس ہے جہالت ہے۔ اسکو کسی تاویل کی ضرورت نہیں، جو بھی ایسا کہے لکھے وہ صریح کفر کا مرتکب ہے ..... یہ قرآن وحدیث نہیں کہ

ہم اسکی کوئی تاویل پیش کریں ...... رہی بات مولینا احمد رضا خاں بریلوی کی تو سنئے ...... اصحاب فکر ونظر
انہیں مسلکِ اہلسنت و جماعت کا ایک متدین عالم دین، مفتخر فاضلِ علوم اِسلامیہ، زبردست فقہی
بصیرت رکھنے والا مفتی، سچا عاشقِ رسول جانتے ہیں (جسکا اعتراف آپکے حکیم الامت کو بھی تھا) رہی بات
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت وغیرہ کہنے کی تو اسمیں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ ایک وقت میں کئی کئی اعلیٰ حضرت
رہتے رہے ہیں۔ جب اکبر بادشاہ کے لئے اعلیٰ حضرت جہانگیر اور شاہجہاں بادشاہ کے لئے اعلیٰ حضرت
لکھا جاتا رہا حتیٰ کہ نوابان رام پور نوابان حیدر آباد وغیرہ کیلئے آج تک رائج ہے۔ آپ حیدر آباد میں اعلیٰ
حضرت بول کر دیکھیں اس سے علماء عوام وخواص سب سمجھتے ہیں نظام سرکار کو کہا جا رہا ہے۔ پھر اگر ایک
عاشق رسول اور عالم دین وغیرہ کیلئے استعمال ہو تو کیا پریشانی ہے۔ حضرت اقدس، حضرت اعلیٰ، اعلیٰ
حضرت یہ تو بہت سارے بزرگوں اور علماء حقانی کیلئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ مولینا آپ لوگ امام بھی کہتے
ہیں...... کہتے ہیں تو اسمیں کیا حرج ہے۔ ارے صاحب جب مسجد کا تنخواہ دار ابجدی ملاّ امام کہلا سکتا ہے۔ تو
امام علم وفن کو کہا گیا تو کیا مضائقہ ہے...... امام کہنے سے مُراد حضرت امام حسن وامام حسین علیہما السلام کی
امامت تھوڑے ہی مُراد ہے۔ آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں آپ ہی فن وار ہی اگر شمار کیجئے تو کیا آپ ہر فن
کے اساتذہ کو جنکے نام کیساتھ امام لگا ہے مکمل شمار کر سکینگے ہرگز نہیں۔ امام کسائی، امام فرا وغیرہ، امام مالک،
امام نودی وغیرہ وغیرہ یہ ہر فن کے ہر دور میں امام ہوئے کسی کی امامت علاقائی، کسی کی عصری ہے جیسی
شخصیت اُسکی امامت اُسی دائرہ کے اندر امام کا لفظ جو مولنا احمد رضا خاں کیساتھ لگاتے ہیں۔ اُس سے اُنکی
علمی وسعت اور گہرائی و گیرائی کی قدردانی ہے بس کوئی احمق بھی شاید ایسا نہ ملے جو اُنکی ذات کو یا فضیلت و
عظمت کو امامین کریمین کے مثل سمجھتا ہو۔ یا ابوحنیفہ وامام شافعی وغیرہ کے ہم پلّہ سمجھے یا یوں سمجھے کہ اُنکے عہد
میں انکا ہم پلّہ کوئی تھا ہی نہیں کیوں کہ اُسی دور میں زبردست علمی ہستیاں موجود تھیں۔ جنکی بارگاہ میں خود
فاضل بریلوی نے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ حضرت مولینا عبدالقادر بدایونی حضرت مولنا ارشاد حسین
رام پوری حضرت مولنا شاہ خیر الدین والد مولنا ابوالکلام آزاد وغیرہ فرنگی محل میں مولنا عبدالباری فرنگی محلی
" جیسی نابغۂ روزگار شخصیتیں موجود تھیں...... انکے باوجود فاضل بریلوی نے اپنے قلم سے جسقدر ایمان و
عقیدے کی آبیاری کی ایک زمانہ اس کا معترف ہے..... اپنے تو اپنے غیر بھی..... اور مولینا آپنے جو

فلسفیانہ قلابازیاں کہی گی ہیں وہ بھی سراسر غلط ہیں.....فاضل بریلوی کوزبردست فقہی بصیرت حاصل تھی، باوجوداسکے جوکچھ انکی تحریر وتصنیف وتالیف میں ہے وہ صرف انکی آراءیا فلسفیانہ قلابازیاں نہیں۔ بلکہ انکی وسعت علمی اور گہرے مطالعہ کا ثمرہ ہے مختلف رسائل کودیکھ لیجئے چاہے وہ ایمان وعقیدہ سے متعلق ہوں یا اعمال وافعال سے ہرایک کے متعلق سے ممکن حدتک انہوں نے ہرعہد کے جلیل القدر ائمہ، فقہاء، محدثین اور علمائے دین کے گہرپاروں کو یکجا کردیا ہے.....انکے گھر میں عقیدہ سازی کی کوئی فیکٹری نہیں تھی، اس معاملہ میں انکی چشم فقاہت نے جتنی ریزہ کاریاں کی ہیں وہ سب عالم اسلام کے علماء وفقہاء، محدثین اور ائمہ دین کی بارگاہ علمی سے چن چن کر اٹھائی ہیں.....مولٰینا ابھی آپ نے مجھے رضاخانی کہا تھا۔سن لیجئے.... ہم اہل سنت وجماعت مولٰینا احمد رضاخاں کو نہ تو نبی مانتے ہیں نہ رسول نہ صحابی نہ تابعی ارے صاحب ہم انہیں جب مجتہد نہیں کہتے تو اس سے زیادہ کچھ کہنے کا سوال کیا پیدا ہوتا ہے۔

اب آپ فرمائیں جناب کیا انہیں متجر عالم دین کہنا مقتدرفقیہ سمجھنا سچا عاشق رسول ماننا نیا دین نیا مسلک یا نیا عقیدہ گڑھنا ہے؟ بریلوی مسلک یا بریلوی عقیدہ سرے سے کوئی چیز نہیں یہ تو آپ حضرات کی طعنہ زنی ہے ایسے جملے شائع کئے ہیں اور انہیں تشہیر دی ہے ہم لوگ صرف اہلسنت و جماعت سے وابستہ، امام اعظم ابوحنیفہ کے پیروسنی حنفی ہیں۔صالحین امت کے مختلف روحانی سلسلے میرامشرب.....عشق رسول کی نظریاتی یکسانیت کی بناء پرامام احمد رضاخاں سے میری محبت.....

مجھے حیرت ہے مبلّغ صاحب کہ آپ اتنے بڑے دارالعلوم کے مبلّغ ہوکر چائے خانہ والوں جیسی بات کرگئے میرے اس تیور کودیکھکر مولٰینا حواس باختہ اُٹھ گئے اور کہتے گئے چھوڑئے صاحب پسند اپنی اپنی...... لکم دینکم ولی دین میں نے بھی جواباً مسکرا کر پڑھا جاء الحق و وزھق الباطل

برسبیل تذکرہ ایک دلچسپ روداد سفر بیان کرکے پھرلوٹ رہے ہیں ہم اپنی منزل کی طرف اس وقت ہمارے پیش نظر علمائے اُمت کی بلند پایہ تصانیف اور رسالوں کے علاوہ وہ قلمی شہ پارہ جسکا ذکر ہم ابتدائے سخن میں کرچکے ہیں۔یعنی ابرارزمانہ حضورسیدنا العلام مولٰینا سید شاہ محمد اشرف عالم شہبازی علیہ الرحمۃ کا تحقیقی فتویٰ کھلا ہوا ہے۔جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ حدیث پاک چمک رہی ہے۔

عَنْ عَائِشَة قَالَتْ قَالَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سِتَّةٌ لَعَنْتُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ و کل نبی یُجَّاب الزّائد فِی کِتابِ اللّٰه و اُلمکَذِّبُ بقَدرِاللّٰہِ وَالمُتَسَلِّطُ بِالجَبَرُوْتِ لِيُعِزَّمَنْ اَذَلَّه اللّٰهُ وَيُذِلَّ مَنْ اَعَزَّهُ اللّٰهُ وَالمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ ما حَرَّمَ اللّٰهُ وَالتَارِكُ لِسُنَّتِیْ

(مشکوٰۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ ۴۰ حدیث ۱۰۱)

فرمایا کہ چھ اشخاص پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور ہر نبی کی دُعا قبول کی جاتی ہے ،(وہ چھ اشخاص یہ ہیں)

(۱) اللہ تعالیٰ کے دین میں اضافہ کرنیوالا (۲) تقدیرِ اِلٰہی کا منکر (۳) زبردستی مسلط ہوکر اُن لوگوں کو ذلیل کرنے والا (ظلماً) جنہیں اللہ نے عزت بخشی ہے اور ان لوگوں کو عزت دینے والا جنہیں اللہ نے ذلیل کیا ہے (۴) میری سنت کا ترک کرنے والا (اُسے ادنیٰ جان کر) (۵) اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ شئے کو حلال جاننے والا (٦) میری عترت کیساتھ وہ معاملہ حلال جاننے والا جسے اللہ نے حرام کیا ہے

حضور مخدوم المشائخ حضرت سید شاہ اشرف عالم شہبازی قدس سرہ بدعت اور سنت کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے، بدعت کے تعلق سے فرماتے ہیں :

''بدعت فقط بدعت ہے، یہ مردود تو جب ہے کہ بدعت اختیار کرنے والا بدعتی اپنے اُمور طبعی کو دین کا بنیادی ولازمی حصہ جان کر فرائض کی طرح دین میں داخل کردے، یا پھر دین میں ان اُمور کو داخل کردے جو اُمور اصلا دین ہی سے نہ ہوں '' طریقة فی الدین مخترعة'' یہی بدعت کی روح ہے اور یہی وہ اسباب ہیں کہ شارع علیہ السلام نے شدت سے منع فرمایا (یعنی سختی سے منع کیا) حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام ''مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌ'' سے مستفاد یہی ہے، حقائق بریں است کہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ایسی زیادتی کی کوئی جا (جگہ) نہیں،...... امّا دگر اعمال وافعال کہ صُدور اُنکا خلق اللہ سے ہوتا رہتا ہے بغیر قصد وخیال ایں کہ یہ ضروریات دین سے ہیں یا دین کے چند حکموں میں سے ہیں، فقط اُنکے ان افعال کا صدور کسی مقاصد حسنہ، یا مصالح دینی، یا ترغیب خیر کے پیش نظر یا وہ شعائر اللہ کی تکریم وتعظیم، یا ہیبت وشوکت اسلام قلوب میں بٹھانے کے پیش نظر ہیں تو وہ

کسی طرح بھی بدعت میں داخل نہیں، خواہ وہ تواریخ مسلمانان میں نو ایجاد ہوں خواہ قبل ازیں وہ مشہور و معروف بھی نہ رہے ہوں۔''

وفی الاصل (درحقیقت) مراد ''مَـا لَیْـسَ'' کا عقیدہ ہی ہے کہ دین نام ہے عقیدہ کا عقائد اصل بنا ہیں اعمال بمنزلہ عمارات باید دانست...... کہ ارتکاب بدعت اعتقادی کا یا تو کفر تک لیجاتا ہے یا گمراہی تک بخلاف بدعت عملی کہ مرتکب اسکا گنہگار ہوتا ہے مگر کافر نہیں ہوتا، جیسے تارک نماز (نماز کا چھوڑنے والا) پس رافع سنت ہی بدعت سیئہ ہے یعنی جو بدعت کو سنت مٹا دیتی ہے وہی گمراہی وضلالت ہے'' پس بدانید (جان لو) اگر ایسی بدعت کے تحت ہمارے اعمال وافعال داخل نہ ہوں، ولے (لیکن) ثبوت یافتہ اوامر ونواہی شرع کے مخالف ٹھہرائیں تو وہ حرام ہونگے یا مکروہ کہے جائینگے، چناں ''حرکات حیاسوز'' و بد خُلقی'' یا وہ محافل ومجالس جن میں خلافِ شرع اُمور کا ارتکاب ہو، احکام انکے عیاں ہیں (ظاہر ہیں) نہاں نہیں (پوشیدہ نہیں) پس حاجت بیاں نہیں (بیاں کرنے کی ضرورت نہیں) ہاں اگر ہمارے وہ اعمال وافعال شرع کے احکام وآداب کے نہ تو موافق ہوں نہ ہی مخالف تو بہ لحاظ اثرات و ثمرات ونتائج افعال اُن پر احکام جاری ہونگے،

حضور مخدوم العلما مولینا اشرف عالم قدس سرہ، کی تفصیلی بحث بدعت کے تعلق سے مکمل ہوئی، ہم اسکا مفہوم چند سطروں میں عرض کر دیتے ہیں تاکہ عوام کیلئے مفید ہو......

(۱) بدعت لفظی اعتبار سے تو صرف طریقہ ہے یہ طریقہ بُرا اُس وقت ہو جاتا ہے جب کوئی شخص کسی نئی چیز یا نئے کام کو اپنی طبیعت سے یہ سمجھ کر دین میں داخل کر دے کہ یہ بھی دین کا ایک ایسا ضروری حصہ ہے جو کسی حالت میں الگ نہیں کیا جاسکتا۔

یا

(۲) ایسے نئے کام یا نئی بات دین میں داخل کر دے جو بالکل دین ہی سے نہ ہو۔ یہی بدعت کی روح ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے بدعت سے سختی کیساتھ روکا ہے کہ آپکی شریعت میں ایسے کام کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

(۴) رہے وہ اعمال جنہیں انسان بغیر کسی ارادہ اور خیال کے کرتا ہے کہ یہ دین کا لازمی و بنیادی حصہ ہے دین سے الگ نہ ہونے والا بلکہ انسان کے اُن کاموں کے کرنے کا مقصد نیک ہوتا ہے کبھی دینی مصلحتوں کے لئے، یا بھلائی کی ترغیب دلانے کے لئے یا اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کے لئے، یا لوگوں کے دلوں میں ہیبت وشوکت اسلام بٹھانے کے لئے تو یہ کسی طرح بدعت میں داخل نہیں ہیں۔ خواہ وہ نیا کام مسلمانوں کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ور ایسا کام اُن میں پہلے سے مشہور نہ ہو......

(۵) دراصل حدیث بدعۃ میں مَا لَیْسَ (کہ مجھ سے نہیں ہے) کا مطلب عقیدہ ہے کہ دین عقیدہ ہی سے ہے رہے باقی اعمال تو انکی مثال مکانوں جیسی ہے، اس لئے کہ نیا عقیدہ گڑھنے والا یا تو کفر تک پہنچتا ہے، یا گمراہی تک برخلاف بدعت عملی کہ اسکا کرنے والا گنہگار تو ہوتا ہے مگر کافر نہیں جیسے نماز کا چھوڑنے والا...... پس معلوم ہوا کہ جو کام سنت کو مٹادے وہی بدعت سیۂ اور گمراہی ہے۔

(۶) وہ اعمال جو اس بدعت کے تحت تو داخل نہیں ہوں لیکن ثابت شدہ اوامر ونواہی کے خلاف ہوں تو وہ حرام ہونگے یا مکروہ۔ رہے وہ اعمال جو شریعت کے احکام کے نہ موافق ہو نہ مخالف تو اُنکے جیسے نتیجے نکلیں اُسی لحاظ سے اُن پر حکم بھی کیا جائیگا۔ انسان کی زندگی میں پانچ اُمور ایسے ہیں جن سے متعلق مصلحتوں کی حفاظت بہت ضروری تھی، اور دین انہی پانچ اُمور کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔ ۱ دین ۲ زندگی ۳ عقل ۴ نسل ۵ مال

ہمارے وہ افعال واعمال جو مطابق شریعت ہیں نہ مخالف شریعت اُنمیں ان پانچ مصلحتوں میں سے کوئی ایک مصلحت ضرور ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ سنت حسنہؑ میں داخل ہے۔ مگر ضرورت اور طلب کی شدت کے اعتبار سے انمیں فرق ہوتا ہے۔ جس قدر اس فعل کی طلب میں شدت ہوگی وہ مصلحت کے ثابت کرنے کے لحاظ سے زیادہ بھی ہوگی، کم بھی ...... کیوں کہ یہ فعل کبھی تو ان مصلحتوں کی بنیادی ضرورت بن کر سامنے آئیگا، اور کبھی انکے حُسن اور آرائش وزیبائش کے ذیل میں آئیگا اسی مرتبہ کے لحاظ سے کبھی واجب ہوگا، کبھی مستحب......

اور جو فعل ان مصلحتوں میں سے کسی ایک مصلحت کو مٹانے کا یا نقصان دینے کا سبب بنے گا وہ سنت سیۂ (براطریقہ) کے زمرے میں داخل ہوگا اور یہ کبھی حرام ہوگا، کبھی مکروہ۔

اور جو فعل ان مصلحتوں میں سے کسی کیلئے نہ فائدہ مند ہوگا نہ نقصاندہ اسے مباح یا عفو کے ذیل میں شمار کیا جائیگا۔ اس تفصیلی بحث سے یہ حقیقت بالکل واضح اور آشکارا ہوگئی کہ بدعت حسنہ یا بدعت محمودہ نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے جیسا کہ دوران بحث بعض حضرات سے ایسی اصطلاح آئی ہے جو بہت مشہور بھی ہے درحقیقت ''بدعت ضلالۃ'' قمیہ (بری) ہی ہوتی ہے کیونکہ اسکے معنی ہی ہے کہ دین کے بنیادی امور میں اضافہ کردیا جائے جو کسی صورت میں بھی ''حسن'' (اچھا) نہیں ہوسکتا بعض اہل علم نے جس امر کو بدعت حسنہ کہا ہے وہ دراصل اسی طریقہ میں داخل ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے سنت حسنہ فرمایا ہے اسی سنت حسنہ کی مثال وہ محافل و مجالس ہیں جنہیں مسلمان مختلف موقعوں پر مختلف مناسبتوں سے منعقد کرتے ہیں مثلاً سن ہجری کی ابتدا میں ولادت النبی کے موقعہ پر، اسرا اور معراج کے بیان کیلئے، فتح مکہ، غزوۂ بدر، شہادت کربلا وغیرہ کے ذکر کیلئے منعقد کی جانے والی محفلیں جن سے دینی مصلحت ضرورت کے تحت ہو یا آرائش و زیبائش کیلئے......

مخدوم المخادیم حضرت مولٰینا سید شاہ اشرف عالم شہبازی قدس سرہ، فرماتے ہیں ایسے ہی بہت سارے امور نو ایجاد ہیں جنہیں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، صالحین امت اور علمائے اسلام دین کا فہم رکھنے والے اہل اسلام (مسلمانوں) نے عہد در عہد کسی مصلحت یا ضرورت یا آرائش و زیبائش کیلئے کیا اور انہیں کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ جنکی تفصیلات کو ایک دفتر چاہیئے مشتے نمونہ از خروارے کے تحت کچھ رقم کرتا ہوں اسی پر سب کو قیاس کرلو،،!

قران پاک کا جمع کرنا، پاروں میں تقسیم کرنا، سورتوں کے اسماء مقرر کرنا، قرآن پاک پر اعراب لگانا، قرآن کے تراجم، مساجد کا پختہ کرنا، اُنمیں محراب نکالنا، مینار و گنبد تعمیر کرنا، جماعت تراویح کا اہتمام کرنا، ذکر جہری کرنا، ختم بخاری کی مجلس قائم کرنا، کلمہ کے مختلف ضرب مختلف صورتوں میں لگانا، علم تصوف کی اصطلاحیں قائم کرنا، درود تاج، درود اکبر، دلائل الخیرات وغیرہ ترتیب دینا، اُنکا ورد کرنا مجلس قرآن خوانی کرنا مجلس فاتحہ خوانی قائم کرنا، کعبہ شریف پر غلاف ڈالنا، قرآن شریف پر جزدان، مزار شریف پر چادر ڈالنا اعراس بزرگان، دفع بلا و طاعون، آندھی ذلزلہ، وبا کے دفعیہ کیلئے اذان کا متواتر پکارا جانا، تیجہ، چہارم، دسواں، بیسواں، چہلم مقرر کرنا، اُن میں ایصال ثواب کرنا، چاروں مسلک، حنفی، شافعی، مالکی، جنبلی کی

تقسیم، سلسلۂ بیعت طریقۂ خلافت، چہار پیر چہاردہ خانوادہ کا قائم کرنا، شجرہ دینا، شجرہ سننا، اُسکا قبر میں رکھا جانا، قل کی مٹی قبر میں ڈالنا، قبر پر اذان پکارنا، آثار نبی کریم کی زیارت، اُنہیں غسل دینا، خوشبوؤں سے معطر کرنا، دینی ایام کی یادگار قائم کرنا، ان مواقع پر خوشی کرنا، جلوس نکالنا، عمارتوں کا سجانا، صلوٰۃ وسلام کا اجتماعی طور سے پڑھا جانا، ختم خواجگان کرنا، آیات کریمہ کا ورد اور اجتماعی ختم پڑھوانا، سلام کیلئے قیام نماز صبح یا نماز جمعہ کے بعد سلام پڑھا جانا، مدینہ شریف کی طرف رُخ کر کے سلام پڑھنا، قصیدۂ غوثیہ و دُعائے غوثیہ کا پڑھنا، بغداد شریف کی طرف رُخ کرنا، عیدین میں معانقہ کرنا، درس گاہ بنانا، نصاب تعلیم تیار کرنا، علم صرف ونحو کی تعلیم، دیگر فنون کی تعلیم دینا، تقسیم اسناد، دستار بندی، تعویذات ونقوش لکھنا، دیگر اور عملیات کا وضع کرنا، اُنکے طریقے متعین کرنا، اُنکے پڑھنے کی اجازت دینا، اُنکے اسماء کا وضع کرنا، سادات کرام کیلئے خاص رنگ کا لباس استعمال ہونا دوسروں کا اُس وضع اور رنگ کے لباس سے احتراز کرنا، مؤکلوں کے لئے چراغ وغیرہ روشن کرنا، احادیث کا کتابی شکل میں یکجا کرنا، اُصول حدیث وضع کرنا، اسماء الرّجال تیار کرنا، احادیث کی اقسام بتانا، فقہ اور اُصول فقہ کا مرتب کرنا، مسائل کے استنباط واستخراج کے اُصول مقرر کرنا، اہلسنت کی اصطلاح وضع کرنا، خطبۂ جمعہ وخطبات عیدین وغیرہ میں خلفائے راشدین، اہلبیت و عمین کریمین کے نام شامل کرنا اور پڑھا جانا، خلفا، ملوک وسلاطین کے نام شامل کیا جانا، اُنکے حق میں دُعائے خیر کرنا، مذہبی یا تاریخی وملکی پرچم بنانا اور انکا لہرانا، مزارات کا پختہ کرنا، اُن پر قبے تعمیر کرنا، اُن پر کتبے لگانا، مسجد ثلاثہ کے علاوہ دیگر مساجد ومقابر وآثار اسلامی کی زیارت کے لئے سفر کرنا، کتابت نسواں کی اجازت دینا۔"

حضرت مخدوم قدس سرہ کی تمثیلی فہرست پر ہم یہ اضافہ کرتے ہیں خبروں کے لئے، خبر گمشدہ کے لئے، دینی وسیاسی پروگرام سننے کے لئے، اعلان رویت ہلال کے لئے، نوکری کے لئے، بینک اکاؤنٹ کیلئے، اسکول وکالج میں داخلہ کے لئے، مرد وزن کا تصویر کھنچوانا، ٹی.وی پر اُن پروگرامز کے عکس لینا جنکا شریعت نے عام طور پر دیکھنا دکھانا جائز قرار دیا ہے، ان مناظر کا دیکھنا دکھانا......

ان جیسی سینکڑوں مثالیں عہد قدیم اور دور جدید کی ملتی ہیں۔ جنہیں یکجا کیا جائے تو ایک دفتر ہو جائے۔ تقریب فہم کے لئے یہی مثالیں بہت کافی ہیں۔

میں نے گزشتہ صفحات میں قرآن پاک، احادیث نبوی، اقوال ائمہ ومجتہدین وارشادات علمائے راسخین کی روشنی میں سنت اور بدعت کی پہچان اُنکے اقسام واحکام، نیز صحابہ کرام کے اجتہادات، تابعین وعلمائے اُمت کے فرمودات پر جتنی تفصیلی گفتگو کی ہے اور آخیر کی عہد بعہد مثالوں سے موافق شرع نوایجادات اُمور کا جائز ومستحسن ہونا جس طرح ثابت کردیا ہے کہ مزید کسی بحث کی اب ضرورت ہی نہیں رہ جاتی...... اللہ کی ہدایت پکڑنے والوں کے لئے یہی بہت کافی ہے، بجز اُنکے جو دل کی بیماری، کورچشمی، کینہ پروری، کے عارضہ میں مبتلا ہیں۔

اب اگر ہم معترض کے بیجا سوالات کا الگ الگ جواب نہ بھی دیں تو گذشتہ صفحات کے دلائل و شواہد اور دی گئی مثالیں اُسکے ہر سوال کا جواب شافی ہیں۔ پھر بھی اخیر میں ہر سوال کا جواب وضاحت کیساتھ دیا جارہا ہے تاکہ آپ بھی ایک نظر میں مطالعہ فرما کر معترض کی جہالت کو اچھی طرح سمجھ لیں......

سوال ۱: خانقاہ کی مسجد میں ہر شب جمعہ سات اذان دی جاتی ہے اس کی اصل کیا ہے؟ کیا یہ بدعت نہیں؟

الجواب : ''معترض صاحب'' آپکے سوال سے ظاہر ہے کہ آپ زیادتی ذکر کے خلاف ہیں ذکر کے نہیں یعنی سات مرتبہ کیوں اذانیں دی جاتی ہیں......؟ دوسری صورت آپکی حیرانی کی یہ ہے کہ ''شب جمعہ میں کیوں''......؟

ایک سطر میں اسکا سیدھا سا جواب تو یہی ہے کہ ذکر اللہ کی زیادتی بھی سنت سے ثابت ہے اور شب جمعہ کی فضیلت بھی حدیث کیثرہ سے ثابت لہٰذا یہ کسی حال میں بھی ہرگز ہرگز بدعت نہیں......

ہم اس اجمال کی اچھی طرح تفصیل کئے دیتے ہیں تا کہ آپ اور آپ جیسے غیر مطمئن اصحاب اچھی طرح مطمئن ہو جائیں تا کہ بقول جناب ایک عظیم خانقاہ کے تعلق سے غلط فہمیوں کا شکار نہ ہونا پڑے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ آپ نے اب تک یہی نہیں سمجھا کہ اذان عبادت ہے یا رسم...... آپ کی سمجھ پر خدا رحم فرمائے۔ پھر اسی نا سمجھی کی خارش سے بے چین ہو کر آپ ہمیں سمجھانے چلے آئے ......ابتک اگر آپ اذان کو رسم ہی سمجھتے چلے آئے ہیں تو آیئے ہم آپ کو سمجھا دیں کہ اذان کو رسم کہنا اور سمجھنا کیسا ہے؟ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان عربی میں ہے وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ط (اور جب تم بلاتے ہو نماز کی طرف (یعنی اذان دیتے ہو) تو وہ بتاتے ہیں اسے مذاق اور تماشہ'' اذان کے متعلق یہود کہا کرتے تھے یہ کیا نئی رسم نکالی ہے'' معلوم ہوا کہ اذان کو رسم یا نئی رسم'' کہنا یہودیوں کا شیوہ ہے۔ معترض صاحب اس آئینے میں آپ اپنی تصویر دیکھ لیں۔ آپ نے ''ان رسموں'' مرّوجہ رسموں'' خانقاہ کی رسموں'' وغیرہ کہکر یہودی ذہنیت کی پیروی کی ہے یا اسلام کی......؟

مدینہ میں ایک عیسائی تھا جب مؤذن کہتا اشھدُ انّ مُحَمَّداً رَّسول اللہ'' تو وہ بد بخت کہتا حَرَقَ الکَاذِبُ کہ (جھوٹا جلایا جائے) معاذ اللہ...... ایک رات وہ سو رہا تھا کہ اُس کے گھر میں آگ لگی سارا کنبہ جل کر راکھ ہو گیا، گویا اُس کو اللہ نے بتا دیا کہ جُھوٹا کون ہے......؟

معترض صاحب! خانقاہ شہبازیہ میں رائج شب جمعہ کو سات اذانیں، روز جمعہ تین اذانیں اور تراویح کیلئے الصلوٰۃ سُنّۃ التراویح الصلوٰۃ'' عیدین میں۔ الصلوٰۃ عید الفطر مَعَ سِتّۃِ تکبیرات واجب اللہ تعالیٰ

الصلوٰۃ، عید اضحیٰ میں الصلوٰۃ عید الضحیٰ مع ستۃ تکبیرات، وغیرہ پکارے جانے کا معمول امروز فردا کی پیداوار نہیں، بلکہ مسلسل تین سو سال سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ اس تین صدی کے اندر خانقاہ شہبازیہ میں بڑے بڑے علماء و فضلا محدثین و مفتیان دین پیدا ہوتے رہے بلکہ یہ بہار و بنگال واڑیسہ کا قدیم مرکز علمی و روحانی ہے۔ جامعہ شہبازیہ'' میں ہندو بیرون ہند کے کاملان روزگار مفتیان عصر حاضر باشندگان شب و روز رہے مگران میں سے اب تک کسی نے لب کشائی کی جرأت بیجانہ کی کیونکہ وہ سب علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ سب اُمور سنت حسنہ میں داخل ہیں۔ جو باعث اجر و ثواب ہیں۔

بہر حال اگر مینڈ کی کوز کام ہو ہی گیا ہے تو مؤثر علاج کے لئے ہم بھی حاضر ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ سمجھتے چلیں کہ اذان ہے کیا؟ اور اسکی ابتداء کیسے ہوئی......؟

نماز پنجگانہ معراج سے پہلے فرض نہیں ہوئی تھی ان نمازوں کو مختلف انبیائے کرام نے اپنی طبیعت سے رضائے الٰہی کے لئے مختلف وقتوں میں اپنے اپنے طور سے پڑھا، احادیث کے مطابق نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے ادا فرمائی، نماز ظہر حضرت اسماعیل یا حضرت اسحٰق علیہما السلام نے، نماز عصر حضرت عزیر علیہ السلام نے، نماز مغرب حضرت داؤد علیہ السلام نے، نماز عشاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے، پھر یہ نمازیں حضور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بن کر فرض قرار پائیں۔ نماز پنجگانہ فرض ہونے کے بعد ضرورت محسوس کی گئی ایک ایسے طریقۂ اجتماع کی جس سے نماز پنجگانہ کے اوقات معلوم ہوسکیں اور نمازی مسجد میں حاضر ہوسکیں، اسکے لئے مختلف طریقے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقوس، قرنا کی آواز، یا آگ وغیرہ روشن کرنے کے طریقے کو پسند نہیں فرمایا، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

عن انس قال ذکرو النّار والنّا قوسَ فذکرو االیھودَ والنّصاریٰ فأمِرَ بلالٌ اَنْ یشفعَ الاَ ذانَ واَنْ یُوْ تِرَ الْاِقَامَۃَ قال اسمٰعیل فذکر تُہ' لِایوبَ فقال اِلّاالاقامۃ. متفق علیہ۔ (بخاری شریف اول صفحہ ۲۹ حدیث ۵۷۳ باب بدأ الاذان)

حضرت ابن عمر سے روایت ہے :

عَنْ ابنِ عمر قال کانَ المسلمونَ حِیْنَ قد موا المدیْنَۃَ یَجْتَمِعُوْنَ

فتحينون للصلوٰة وليس ينادى بِها أحدّ فتكلّمو يوماً فى ذٰلِك. فقال بعضهم اتخذو انا قوساً مثل ناقوسِ النَّصارىٰ و قال بعضهم قرناً مثل قَرنِ اليهود فقال عمر اَوَلا تبعَثون رجلا ينادى بالصلوٰة فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يا بلالُ قُم فنادِ بالصَّلوٰة ۔ (مسلم شریف جلد اول باب بدأالاذان)

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۹۰ حدیث ۵۷۴ کتاب الاذان)

دریں اثنا متعدد صحابۂ کرام کو خواب میں آذان کی آواز سنائی پڑی اُنمیں حضرت عمر جیسے صائب الرائے صحابی بھی شامل تھے، حضور نے اسے پسند فرمایا، اور حضرت بلال کو اذان پکارنے کا حکم دیا، بہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اذان کی آواز شب معراج میں سنی تھی، مگر وہ آواز حکمِ اذان کے لئے نہ تھی بلکہ اعزاز کے طور پہ تھی، صحابہ کے خواب سے حضور کی یادتازہ ہوگئی اور آپ نے ان کلمات خیر کو اطلاع نماز کیلئے پسند فرمالیا۔ یہ اذان ہر نماز پنجگانہ کیلئے پکاری جاتی رہی ہیں بغیر کسی زیادتی وکمی کے ...... ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اتنی شدید بارش ہوئی کہ لوگوں کا مسجد نبوی تک پہنچنا دشوار ہوگیا تو حضور جانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کے تقاضے کے تحت موسم کی رعایت کرتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اس وقت اذان پکاریں تو اذان میں اس کلمہ کو شامل کرلیں، اَلَا صَلُّوافی رِحَا لِکُمْ ط (اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم کا دارومدار موقع مصلحت اور حالات پر ہوتا ہے، احکام شریعت کبھی علت (وجہ) کے موجود ہوتے ہوئے تبدیل کئے جاتے ہیں، کبھی معدوم ہونے کی صورت میں......

بخاری شریف باب الاذان قبل الفجر میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم بلال کی اذان سے رمضان کی سحری ختم نہ کرو وہ تو لوگوں کو جگانے کیلئے اذان دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن عمر سے روایت ہے......

انَّ بِلالاً يُؤذّنُ بِلَيلِ فكُلُوا وَ اشرَبُوا حتىٰ يُنَادى اِبنُ اُمّ مكتومٍ قَالَ و كان رجلٌ أعمٰى لَا يُنادى حَتّٰى يُقَالَ له' أَصبَحتَ أُصبَحتَ۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۹۲ حدیث ۴۰۴)

معلوم ہوا کہ زمانۂ نبوی میں سحری کے وقت بجائے نوبت یا گولے کی اذان ہی دی جاتی تھی۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمانۂ نبوی میں بہ ایام رمضان المبارک دو بار اذان دی جاتی تھی ایک لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے، تو ایک سے زیادہ مرتبہ اذان کا دینا کسی ضرورت یا مصلحت یا موقع پر ''بدعت'' نہیں ''عین سنت'' ہے۔

مدارج النبوت حصہ اوّل بیان خطبہ جمعہ میں ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلئے منبر پر تشریف لاتے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپکے سامنے اذان شروع کر دیتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف یہی اذان تھی اور پھر اس طرح حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما میں رہی، جب دور خلافت حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ آیا اور لوگوں کی کثرت اور انکا ازدھام بڑھا تو ایک دوسری اذان کا اُس اذان سے پہلے جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے حکم دیا اور یہ اذان مقام ''زوراء'' پر (جو مدینہ طیبہ کے بازار میں مسجد سے باہر ایک مقام کا نام ہے) دی جاتی اور وہ جو بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس اذان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ظاہر کیا اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک جاری رہا وہ ''اعلام'' تھا بغیر لفظ اذان کہے، صحیح یہی ہے کہ اس اذان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ظاہر فرمایا۔ اور اس اذان کو بھی ''اذان ثانی'' کہتے ہیں بہ اعتبار حدوث اور پہلی کو اوّل بہ اعتبار وجود اور تیسری بھی کہتے ہیں۔ بہ اعتبار ''تسمیۂ اقامت بہ اذان'' اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ موقع و مصلحت اور ضرورت کے اعتبار سے ذکر کی زیادتی بدعت نہیں، سنت حسنہ ہے اور تعداد میں اضافہ خواہ کسی وجوہ کی بناء پر ہو عین سنت ہے، اور امر متحسن ہے جیسا کہ ایام رمضان المبارک میں فجر کے وقت دو اذان کا پکارا جانا عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا۔ دو اذان کا پکارا جانا جمعہ کیلئے عہد خلافت راشدہ سے ثابت ہے۔

اب معترض صاحب! آپ ہی کہئے کیا ان تمام دلائل و شواہد کو آپ اصل مانتے ہیں.........؟

اتنا ہی نہیں بلکہ دور خلافت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں جب آپکے حکم سے جمعہ کی نماز کیلئے ایک اذان کا اضافہ ہوا چند لوگوں نے آپ سے استفسار کیا کہ یہ نیا اضافہ کیا ہے، جو عہد رسالت اور دور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم میں نہیں دیکھا گیا، تو آپ نے انہیں کتنا عمدہ جواب عطا فرمایا کہ ''اب لوگ بھی وہ نہیں جو عہد رسالت اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں دیکھے جاتے تھے۔ بہٰذا میں ضروری جان لیا تو ہو سکتا ہے ایک اور اذان کا اضافہ کروں...... معلوم ہوا کہ ذکر کی زیادتی اور اذان میں اضافہ خواہ کسی مصلحت کی بنیاد پر ہو یا کسی

ضرورت کیلئے یا کسی موقع کی مناسبت سے کسی طرح ''بدعت''نہیں۔ ہر طرح مطابق سنت ہے۔
اتنا ہی نہیں بلکہ قرون ثلاثہ کے بہت بعد بھی دین کا فہم رکھنے والے اصحاب الرّاے نے جب ایک اور اذان پکارنے کی ضرورت محسوس کی تو اُسے اذان جمعہ میں داخل بھی کیا، اور اس پر عامل ہوئے، اُسی تیسری اذان یعنی خطبہ جمعہ والی اذان سے پہلے اور پہلی والی اذان کے بعد یعنی ان دو اذانوں کے درمیان تیسری اذان کے تعلق سے شیخ محقق مولٰینا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''یعنی وہ دوسری جسے بعض ملکوں میں سنت جمعہ کیلئے کہتے ہیں تو یہ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں تھی، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اور نہ اُنکے بعد بلکہ اکثر بلاد اسلامیہ میں اس پر عمل بھی نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ اس اذان کو کس نے ایجاد کیا اور کب سے رائج ہے، اور اگر چاہیں تو بقصد اعلام الصلوٰۃ، الصلوٰۃ کہیں جیسا کہ بعض علماء سے دیکھنے میں آیا ہے......

قطب زمانہ مخدوم العلماء حضرت مولٰینا سید شاہ اشرف عالم شہبازی قدس سرہ، النورانی اپنے فتوٰی نافعہ قلمی میں ''شیخ محقق'' کی یہ پوری عبارت نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔
(فتوی میں مکمل عبارت اصل کتاب فارسی سے ہے میں نے عوام کی سہولت کیلئے ترجمہ نقل کر دیا ہے) ''وہ اذان جس کے تعلق سے حضرت شیخ محقق نے گفتگو فرمائی ہے وہ جمعہ مبارکہ کی اذان ثالث (تیسری) ہے وبحمدہٖ تعالٰی ہماری خانقاہ میں ہنوز رائج ہے۔ ہمارے اسلاف کرام کا جنہیں اللہ تعالٰی نے ایمان کی دولت کا وافر حصہ عطا فرمایا، دین کا فہم علوم شریعت کے کنوز ورموز (خزانے اور بھید) دیئے اللہ کا خوف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت سے سرشار رہے اعلاء کلمۃ الحق اُنکا شیوہ رہا، قدست اسرارھم ......ایسے علماء راسخین اور صالحین امت کا طریقہ کسی طرح بھی بدعت میں داخل نہیں کیا جاسکتا، خواہ وہ اُمور عہد رسالت علٰی صاحبھا الصّلواۃ والسلام، یا دور خلفائے راشدین میں یا انکے بعد کے ازمنہ (زمانوں) میں بھی نہ پایا جاتا ہو، یا اکثر بلادِ اسلامیہ میں بھی نہ پایا جائے، پھر بھی وہ ''سنت حسنہ'' ہی کے قبیل سے ہے۔ بفرمان حدیث مَارَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ (جس کام کو مسلمانوں نے دین کا فہم اور شریعت کا علم رکھنے والے) نے اچھا جانا ہو، وہ خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے، دراں حالیکہ اذان براذان وذیادتی ذکر چنانکہ ازمنہ سابقہ میں اعظم واکرم عہد خیر اعنی بزمانِ رسالت ثابت ہوا کہ

حضرت ابن اُم مکتوم وحضرت بلال رضی اللہ عنہم بایامِ رمضان دواذان کہتے ، یکے برائے اطلاع سحر ودیگر ہے برائے نماز فجر ، ولیعہد خلافت عمر رضی اللہ عنہ بوقت جمعہ بعد اذان اعلام کا جاری ہونا ، کہ اعلام بھی اطلاع خیر ہے واضافۂ اذان بعہد خلافت حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ ایک سے زائد مرتبہ رائج ہوئی......

فقیر اشرف عالم کہتا ہے کہ بعہد خَیرُالقُرون قرنی میں زیادت ذکر وتکرار اذان ثابت ، ثم الَّذِیْنَ یَلُوْنَہُمْ کے مصداق عہد میں بھی اعلام وزیادتی اذان کا حکم ثابت ، پھر بعد والے زمانے میں ایسے کارہائے حسنہ بدعت ہی کہاں رہے......"

شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان نے جمعہ مبارکہ کی تیسری اذان کے متعلق سے صرف اتنا ہی تو بتانا چاہا ہے کہ عہد رسالت وزمانہ خلافت اور انکے بعد کے زمانوں میں یہ اذان جاری نہیں ہوئی اور اکثر بلاد اسلامیہ میں اس پر عمل بھی نہیں ہے مگر یہ بھی پتہ نہیں کہ اسے جاری کس نے کیا اور کب سے جاری ہوئی......

ان سب کے باوجود جہاں کہیں بھی جاری ہواور اس پر عمل ہو وہ خلاف سنت نہیں ۔ بلکہ سنت حسنہ میں داخل ہے کہ تفریق زمان سے اسکے حسن اور خیر ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا...... بلکہ اسکی نظیریں اور مثالیں تو زمانۂ نبوی ودور خلافت راشدہ سے تواتر کیساتھ ملتی ہیں"......

حضور مخدوم المخادیم مولٰینا اشرف عالم قدس سرہ کی عبارتوں سے روز روشن کیطرح عیاں ہوا کہ جس طرح شب جمعہ میں سات مرتبہ اذان کا پکارا جانا ، معمولات خانقاہ میں داخل ہے اسی طرح جمعہ کے دن بھی تین بار اذان پکارنا......

ہم کہتے ہیں کہ اس بات کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ جمعہ کی یہ تیسری اذان جو خطبہ کی اذان سے پہلے اور پہلی اذان کے بعد درمیان میں پکاری جاتی ہے جسے حضرت شیخ نے سنت جمعہ سے موسوم کیا ہے ۔ وہ نہ عہد رسالت نہ عہد خلفائے راشدین نہ اُنکے بعد کے زمانے میں ہوئی ، اور اکثر بلادِ اسلامیہ میں رائج بھی نہیں ہے پھر بھی ایسی اذان جہاں کہیں ہو اس کے فعل حسن ، امر خیر ہونے اور باعث ثواب کہے جانے میں کوئی امر مانع نہیں کہ اسکے مثل ایسا ہی کام ہم عہد رسالت میں بھی دیکھ چکے ہیں اور عہد خلافت میں بھی......

اتنے واضح ثبوت کے بعد اب اسکی اصل تلاش کرنا اور اسے بدعت کہنا حماقت وجہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ رمضان المبارک میں وقت صبح دواذان پکارنا عہد نبوی کی سنت ہے تو روز جمعہ دواذان پکارنے

کا حکم دینا خلافت راشدہ کی سنت ، اب اس پر اضافہ کسی مصلحت کی بنا پر ہو تو وہ بدعت ہو ہی نہیں سکتا ، خواہ شب جمعہ مسلسل سات اذان پکارنے کی صورت میں ہو یا روز جمعہ دو کے بجائے تین اذان کہنے کی شکل میں ہو وہ عمل خیر ہے اور رہیگا کہ ذکر خیر کی کثرت بھی خیر ہی ہے ......

خود صاحب مدارج النبوت فرماتے ہیں کہ بعض کتابوں میں واقع ہے کہ اذان اول بنوُ اُمیہ کی ایجادات میں سے ہے ، غالبًا یہ اس اعتبار سے ہوگا کہ بعض محققین نے کہا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اذان کو مقام ''زوراء'' پر کہنے کا حکم دیا ہے ، اور ہشام بن عبدالملک نے اسے مسجد میں منتقل کیا ہے ۔ بہر تقدیر اُسے خلفائے راشدین نے قائم کیا ہے ، اسے بدعت نہ کہنا چاہئے ، اور اگر بعض اسلاف نے اس پر بدعت کا اطلاق کیا ہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ (طریقہ) نہ تھا اس سے اُنکی مذمت و بُرائی کرنا مقصود نہیں ...... جس طرح کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جماعت تراویح کے بارے میں ہی مروی ہے کہ کہا نِعْمَۃِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) اور ہر بدعت حسنہ کا یہی حکم ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فعل پر سکوتی اجماع تھا ، کیونکہ کسی ایک سے بھی اس فعل پر انکار منقول نہیں ہے ۔ (مدارج النبوت اول صفحہ ۶۶۴)

معترض صاحب ! کیا اب بھی آپکی سمجھ شریف میں نہیں آیا کہ شب جمعہ میں سات بار اذان پکارنے کی اصل کیا ہے ؟ اور یہ بدعت نہیں ہے ...... تو اور سنئے ...... یہ خیال غلط ہے کہ اذان فقط نماز کی اطلاع ہی کیلئے ہے ۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۳۷ پر جوابِ اذان کے بیان میں ''یہ مسئلہ لکھا ہے)

اذان نماز کے علاوہ اور اذانوں کا بھی جواب دیا جائیگا ۔ جیسے بچہ پیدا ہوتے وقت کی اذان (بحوالہ ردُّ المحتار) معلوم ہوا کہ صرف نماز پنجگانہ ہی کیلئے اذان نہیں پکاری جاتی اسکے علاوہ اور بھی موقع پر مختلف تقاضوں اور مصلحتوں سے اذان کا پکارنا ثابت ہے ، اب اُن مواقع پر بھی دیکھ لیں دُرِّ مختار ''باب الاذان'' میں ہے کہ دس جگہ اذان کہنی سنت ہے (۱) نماز پنجگانہ کیلئے (۲) بچہ کے کان میں (۳) آگ لگنے کے وقت (۴) جب کہ جنگ واقع ہو (۵) مسافر کے پیچھے (۶) جنات کے ظاہر ہونے پر (۷) غصہ والے آدمی کے سامنے (۸) مرگی والے کیلئے (۹) غمزدہ کے سامنے (۱۰) مسافر جب راستہ بھول جائے ...... (بہار شریعت حصہ سوم) ''اذان کے مسائل'' بچے اور مغموم کے کان میں مرگی والے ، اور غضبناک اور

بدمزاج آدمی یا جانور کے کان میں اور لڑائی کی شدت، اور آتشزدگی کے وقت اور بعد دفن میت، اور جن کی سرکشی کے وقت، اور جنگل میں جب راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو اُس وقت اذان مستحب ہے (ردالمختار) وباء کے زمانے میں بھی مستحب ہے (فتاویٰ رضویہ از مولینا احمد رضا خاں بریلوی)

معترض صاحب! اب تو مان لیجئے ...... کیا اب بھی خانقاہ شہبازیہ میں شب جمعہ کو متواتر دی جانے والی سات اذانوں کو آپ بدعت کہینگے اور ہم سے اسکی اصل پوچھیں گے......؟

معترض صاحب! خانقاہ شہبازیہ میں تو عشاء کی اذان کے بعد اذانوں کا اضافہ ہے مگر یہاں تو اُن اذانوں کا مزید ذکر ہے جو سرے سے نماز کیلئے پکاری ہی نہیں جاتیں، اُنکا موقع الگ، وقت الگ، جگہ الگ، مصلحتیں الگ، جب اتنی الگ الگ چیزیں سنت اور مستحب ہوسکتی ہیں تو جہاں نہ جگہ الگ ہو کہ وہ خارج مسجد ہی ہے، نہ وقت الگ کہ وہ وقت عشا ہی ہے نہ موقع الگ کہ نماز ہی کا موقع ہے، پھر وہاں اگر ذکر کی زیادتی کیلئے یا شب جمعہ کی فضیلت سمجھانے کیلئے یا آنے والے یوم جمعہ کی اہمیت بتانے اور یاد تازہ کرنے کیلئے یا ذکر خیر کی برکت کیلئے یا علاقے کی سلامتی کیلئے، یا آفات ارضی وسماوی سے حفاظت کیلئے سات اذان متواتر پکاری جائے تو اس سے دین کا کیا نقصان ہے اور شریعت کی کیا مخالفت ہے، یہ تو سراسر دین ہی کا کام ہے۔ شریعت ہی کی سربلندی ہے کہ اذان کے فضائل وفوائد بیشمار ہیں :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشیطان لَهٗ ضُراطٌ حتّٰی لَا یَسْمَعُ التاذینَ۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۲۹۱ حدیث ۵۷۸۔ باب فضل التاذین)

(۱) جب اذاں ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے یہاں تک کہ اذان کی آواز نہیں سنتا۔

(۲) اذان دل کی وحشت کو دور کرتی ہے، جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام ہندوستان میں اتارے گئے اور ان کو سخت وحشت ہوئی پھر جبریل آئے اور اذان دی (مدارج النبوت)

(۳) اذان کی برکت سے غم دور ہوتا ہے دل میں سُرور ہوتا ہے۔ مسند الفردوس میں یہ روایت ملتی ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں مجھ کو حضور علیہ السلام نے رنجیدہ دیکھا تو فرمایا اے ابی طالب کے بیٹے! کیا وجہ ہے کہ تم کو رنجیدہ پاتا ہوں، تم کسی کو حکم دو کہ تمہارے کان میں اذان دے کیونکہ

اذان غم کو دور کرنے والی ہے'' حضرت علامہ ابن حجر علیہ الرحمتہ نے فرمایا میں نے اسکو آزمایا اور مفید پایا''
حضور مولٰینا اشرف عالم شہبازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کی طمانیت قلب کیلئے یہ عمل بزرگانِ دین کا آزمودہ ہے، خود فقیر نے بھی اسکا تجربہ کیا ہے.......

(۴) اِذَا رَأَیْتُمُ الْحَرِیْقَ فَکَبِّرُوْا فَاِنَّ التَّکْبِیْرَ تُطْفِیُہٗ یعنی جب تم آگ دیکھو تو تکبیریں کہو (اذان دو) کیونکہ اذان کی برکت سے لگی ہوئی آگ بجھتی ہے۔ (مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۴۲۱)

(۵) اذان ذکر اللہ ہے، ذکر اللہ کی برکت سے عذاب قبر دور ہوتا ہے ذکر اللہ کی آواز جہاں تک جاتی ہے اللہ تعالیٰ اُس علاقہ کو آفات ارضی وسماوی اور بلائے ناگہانی سے محفوظ رکھتا ہے......

(۶) اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے۔ آپکا ذکر ہر درد کی دوا ہے دار وئے شفا ہے، نیز صالحین کے ذکر کے وقت نزول رحمت ہوتا ہے، آپ تو صالحین اُمت کے امام ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۷) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَسْمَعُ مَدیٰ صوتِ الْمؤذنِ جنٌّ وَ لاُ اِنسٌ ولا شئیٌ اِلَّا شَہِدَ لہ' یومَ القیامۃِ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک تمام درخت، پتے، گھاس، جن وانس قیامت میں اُس کے ایمان کی گواہی دینگے۔ (بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۲۴)

(۸) اِمام بخاری اپنی تاریخ میں حضرت انس سے راوی کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مؤذن اذان کہتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا دستِ قدرت اُسکے سر پر رکھتا ہے، یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو، اور اُسکی مغفرت کی جاتی ہے جہاں تک آواز پہنچے، جب وہ فارغ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو نے حق گواہی دی لہٰذا تجھے بشارت ہو......(بہار شریعت، جلد سوم ۲۵)

(۹) طبرانی صغیر میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بستی میں اذان کہی جائے اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اُس دن اُسے امن دیتا ہے......(ایضاً ۲۴)

(۱۰) اگر لوگ جان لیں کہ اذان دینے میں کیا فضیلت ہے تو اذان دینے کیلئے آپس میں تلوار چلانے لگیں......(ایضاً ۲۶)

آپ دیکھیں ایک عمل سے کتنے فوائد حاصل ہورہے ہیں۔'' خانقاہ شہبازیہ کے علمائے صالحین

اور بزرگان دین نے یونہی اس عمل کو جاری نہیں فرمایا، بلکہ علاقہ کی سالمیت اور مسلمانوں کی بھلائی، شیطان سے حفاظت، وحشت قلب سے چھٹکارا، تسکین دل، مداوائے غم، حصول سرور، نزول رحمت، خدا سے مغفرت طلبی، عذاب الٰہی سے امن وامان کے لئے نہایت روشن اور تابناک عمل جاری فرمایا ہے۔

نیز زیادہ اہل ایمان کو تحریص بندگی دلانے اور سعادت میں شریک کرنے کیلئے تعداد اذان میں اضافہ فرمایا، تکرار ذکر اور زیادتی ذکر سے ذکر کی لذت کو جلا بخشی، ہر ہفتہ سات مومن بھائی کو نیکی کی راہ پر لگایا تا کہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ کا ذوق وشوق پیدا ہو، اور وہ اذان کی راہ سے نماز کی منزل تک پہنچیں، نیز شب جمعہ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ یہ رات بھی بہت فضیلت و برکت والی ہے اور آنے والا دن بھی رحمتوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے۔

شب جمعہ اور روز جمعہ کے صدہا فضائل ہیں ہم ان میں سے چند ذکر کرتے ہیں......

جمعہ کو زمانۂ قدیم میں ''عروبہ'' کہتے تھے، اس دن کا نام جمعہ رکھنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے اجزا جمع کئے گئے، پھر اُسی دن اُنکی تکمیل ہوئی، تحقیقی بات یہ ہے کہ ''عُرُوبَہ'' قدیم جاہلی دور کا نام ہے، پھر دور جاہلیت میں ہی اسکا نام بدل کر جمعہ رکھ دیا گیا، جیسا کہ ہفتہ کے دوسرے ایام کا معاملہ ہے۔

قدیم دور جاہلیت میں ہفتہ کے دنوں کے نام یہ تھے :

اول، اہون، جبار، دبار، مونس، عرُوبہ، شیار، جمعہ کے دن کو دور جاہلیت میں بھی شرف وامتیاز حاصل تھا۔ فضیلت واہمیت حاصل تھی۔ (مدارج النبوت اول)

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کی رات روشن رات ہے، اور جمعہ کا دن سفید اور روشن دن ہے۔

(۲) جو مسلمان جمعہ کے دن مرتا ہے عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے اور قیامت کے دن اس حال میں آئیگا کہ اس پر شہیدوں کی مُہر لگی ہوگی۔ (مدارج النبوت اول صفحہ ۶۵۹)

(۳) مَامِنْ مُسْلِمٍ یَمُوْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَوْلَیْلَةَ الْجُمُعَةِ اِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ.

جو مومن جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے اللہ اُسے فتنۂ قبر سے بچالیتا ہے۔

(مدارج النبوت جلد اول صفحہ ۶۵۹)

(۴) اَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کثرت سے درُود پڑھو، کہ یہ دن مشہور ہے اور فرشتے رحمت و برکت لے کر حاضر ہوتے ہیں۔ (مدارج النبوت اول ۵۷۰)

(۵) بے شک کوئی آدمی مجھ پر درود نہیں بھیجتا مگر اُسکا درود مجھ پر جمعہ کے دن پیش کیا جاتا ہے۔ (مدارج النبوت جلد اول ۵۷۰)

(۶) جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت سعید آتی ہے کہ بندہ اُس وقت خدا سے جو مانگتا ہے، خدا اُسے عطا کر دیتا ہے۔ (مدارج النبوت اول ۶۵۶)

(۷) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے فرمایا شب جمعہ لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے کہ اسی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور رحم آمنہ رضی اللہ عنہا میں قرار پذیر ہوا۔ (مدارج النبوت اول ۶۵۶)

شب جمعہ اور روز جمعہ کی فضیلت ان احادیث کی روشنی میں واضح ہوگئی، شب جمعہ میں سات اذان کا دیا جانا اس شب کی عظمت و برکت کو عوام الناس پر ظاہر کرنے کے لئے ہو تو اس میں شرع کی کیا مخالفت لازم آئیگی، بلکہ بوجوہ احسن نیک ساعتوں کے خیر مقدم کیلئے آمادہ و تیار کرنا اور تحریض بندگی دلانا بجائے خود بڑی نیکی ہے۔

جیسا کہ یہ بات تحقیق کو پہنچ چکی ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا اپنی خادمہ کو مقرر کرتی تھیں کہ وہ روز جمعہ کی آخری گھڑی کا انتظار کرے اور اُنکی نگہداشت کرے تا کہ آپ اُسمیں ذکر الٰہی اور دُعا کیا کریں...... (مدارج النبوت اول ۶۵۷)

شب جمعہ کی سات اذانیں جہاں شب جمعہ کے خیر مقدمی کے لئے ہیں وہیں یوم جمعہ کی آمد آمد کیلئے آمادگی و تیاری کا پیغام دیتی ہیں اور مسلمانوں کو ذہن نشیں کراتی ہیں کہ کل کا آنے والا دن ''سید الایام'' ہے، جو اپنے ساتھ بڑی رحمتیں و برکتیں لا رہا ہے۔ مومنین اہل دین ذہنی و فکری و عملی طور پر تیار رہیں یوم الجمعہ کی عظمت کا احساس دلانا، عامتہ المسلمین کو عملِ خیر کی جانب متوجہ کرنا، ذکر اللہ کی مسلسل گونج سے احساس کی فضاؤں کو بیدار کرنا، ہر چھوٹے بڑے کو آنے والے بہترین دن کی یاد دہانی کرانا، ساری شب آئندہ صبح سے حاصل ہونیوالی نیکیوں کے انتظار میں گذارنا، کیا یہ کام کم نیکیوں والا ہے......؟

اس پر متعدد اجر وثواب کا رحمت باری سے امیدوار ہونا، اللہ اور اسکے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس طریق کار کا متعین کیا جانا...... کیا اُصول شریعت کے منافی کہا جاسکتا ہے......؟ ......شامی بحث سنن الوضو میں ہے کہ عادت اور عبادت میں فرق اخلاص نیت سے ہے۔ یعنی جو کام بھی اخلاص سے کیا جائے وہ عبادت ہے (بحوالہ دُرّ مختار، بحث مستحبات الوضو)...... مستحب وہ کام ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو اور وہ بھی ہے جسکو گذشتہ مسلمان اچھا جانتے ہوں۔ جسکی اصل ثابت ہو وہ سنت ہے اُس پر زیادتی کرنا منع نہیں......فقہاء فرماتے ہیں حج میں تلبیہ کے جو الفاظ احادیث سے منقول ہیں اُنمیں کمی نہ کرے اگر کچھ بڑھا دے تو جائز ہے بحمد اللہ ان تفصیلات سے روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ خانقاہ شہبازیہ میں شب جمعہ متواتر دی جانے والی سات اذان وہ ہے جسکی اصل بھی ثابت ہے اور سنت حسنہ میں بھی داخل ہے باعثِ اجر وثواب بھی اور ذریعۂ شوکت اسلام وفلاح مومنین کا سبب بھی...... یہ ہر گز ہر گز بدعت نہیں۔

جو اسے بدعت وگمراہی بتائے وہ علمِ شریعت سے بے بہرہ، اقوال علماء راسخین سے بے خبر اور جاہل محض ہے......

سوال ۲ : آپکی خانقاہ میں جمعہ کے دن اذان خطبہ سمیت تین بار اذان دی جاتی ہے، جبکہ سارے عالمِ اسلام میں دو ہی مرتبہ دی جاتی ہے، یہ تیسری اذان نہ پہلے کہیں دی گئی نہ سنی گئی، یہ اضافہ کیسا ہے، کیا اس اذان ثالثہ کا حکم صرف آپ ہی لوگوں پر نازل ہوا ہے......؟

الجواب : معترض صاحب ! عدم علم علم عدم نہیں ہوتا......اگر کسی چیز کا آپ کو علم نہ ہو تو اسکا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ اس چیز کا وجود ہی نہیں ہے۔ شیخ محقق نے اسی اذان سنت جمعہ کے تعلق سے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ جواب ۱ کے ضمن میں گزر چکا ہے...... حضرت شیخ نے بعض ملکوں میں جاری کہہ کر یہ تو ظاہر فرما ہی دیا کہ اس کا وجود پانچ چھ صدی پیشتر بھی تھا، بھلے وہ اکثر بلاد اسلامیہ میں رائج نہ ہو، پھر تفصیلی ذکر کے بعد بھی نہ اس سے روکا نہ اسے بدعت قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ کار خیر نہ تو خلاف شریعت ہے نہ اس سے کوئی فساد لازم آتا ہے۔ یہ وہی سنت جمعہ کے نام سے موسوم تیسری اذان ہے آپ نے جسے اپنے سوالنامہ میں اذانِ

ثالثہ لکھا......اب مزید آپکو بتانے کی شاید ضرورت نہ ہو کہ اسکا حکم صرف ہملوگوں پر ہی نازل نہیں ہوا بلکہ پانچ چھ صدی پیشتر ہی سے لوگ اس نوایجاد امر پر عامل رہے اگر چہ وہ بعض ہی ملکوں میں رہے ہوں مگر عامل رہے اور ہیں......

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ''اور یہ معلوم نہیں کہ اس اذان کو کس نے ایجاد کیا اور کب سے رائج ہے۔''

حیرت ہے ایسے زبردست محقق عالم دین تو یہ فرمائیں اور آپ ''چہ پدی چہ پدی کا شوربہ'' کہیں ''سارے عالمِ اسلام میں دو ہی مرتبہ دی جاتی ہے، یہ تیسری اذان نہ پہلے کہیں دی گئی نہ سنی گئی۔''

لگتا ہے آپنے سارے عالم اسلام اور علم شریعت کو خالہ بو بو کا گھر سمجھ رکھا ہے جسکا کونہ کونہ آپ نے چھان رکھا ہو! اسی لئے لکھ مارا کہ اس اذان ثالثہ کا حکم صرف آپ ہی لوگوں پر نازل ہوا ہے۔ خوب کہی واہ...... جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی ...... معترض صاحب...... اگر یہ امر خیر نزول حکم کی بنا پر ہوتا تو سارے عالم اسلام کیلئے ہوتا اور فرائض یا واجبات کے خانے میں نظر آتا، پھر ہم اسے سنت حسنہ اور مستحبات و مستحسن کے نام سے کیوں یاد کرتے......

بریں عقل و دانش بباید گریست

اذان ثانی کے تعلق سے بعض کتابوں میں واقع ہونے کا ذکر فرما کر شیخ محقق نے ذہنوں کے دھند کو بالکل صاف فرما دیا ہے کہ بعض حضرات جو اس اذان کو ایجادات بنی اُمیہ میں سے کہتے ہیں تو غالباً اُنکا سوچنا اس اعتبار سے ہوگا کہ بعض محققین نے کہا ہے کہ اوّل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا مقام ''زوراء'' پر کہنے کا حکم دیا تھا اور ہشام بن عبدالملک نے اسے مسجد کے اندر منتقل کیا ہے۔ بہر تقدیر اسے خلفائے راشدین نے قائم کیا ہے ''اسے بدعت نہ کہنا چاہئے''۔

کیا سمجھے معترض صاحب......صرف جگہ کے بدلنے کی بنیاد پر اُسے بدعت نہیں کہا جا سکتا، کہ یہ خلفائے راشدین نے قائم کیا ہے، اگر بعض اسلاف نے اس پر بدعت کا اطلاق کیا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ طریقہ نہ تھا، اس سے اُنکی مذمت یا بُرائی کرنا مقصود نہیں......

یہی اُصول اذان ثالثہ پر بھی راست اُترتا ہے کہ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ خلفائے

راشدین کی مثالوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اخلاص وسنت کے ساتھ اللہ ورسول کی رضا وخوشنودی اور فلاح مومنین کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔ اسی لئے اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا......اگر کہیں بدعت اسے کہا جاتا ہے تو اس سے مراد بھی وہی ہوگا کہ یہ طریقہ زمانہ نبوت میں نہیں تھا۔ اس بدعت سے مُراد ضلالت وگمراہی ہرگز ہرگز نہیں ہوگی......

اسکا تفصیلی جواب سوال ۱ کے ضمن میں بھی گزر چکا ہے۔ مزید تفصیل کی چنداں حاجت نہیں۔

سوال ۳ : آپکی خانقاہ میں جہری نمازوں میں ہمیشہ سورۂ الم نشرح اور سورۂ انا انزلناہ کی تلاوت ہوتی ہے، جبکہ سورہ کا نماز میں مقرر کرنا از روئے شرع جائز نہیں......

الجواب : معترض صاحب ! صرف بولتے ہی لکھتے ہیں یا کچھ سمجھتے بھی ہیں...... جو جی میں آیا بولنے لگے، جو دل چاہا لکھ گئے، اگر اعتراض ہی کا شوق ہے تو پہلے کچھ سیکھئے، پھر سمجھئے، تب بولئے...... ہمیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپکو جائز ناجائز، حلال وحرام، مکروہ تحریمی وتنزیہی، عفو ومباح کا بھی فرق معلوم نہیں ہے جسے چاہا جائز کہہ دیا جسے چاہا ناجائز......

جائز نہیں لکھنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ایک ہی سورۃ کا پڑھنا ناجائز ہے، جب تلاوت سورۃ ہی ناجائز ہوئی تو پھر نماز کہاں جائز ہوگی۔ پھر آپ اس حکم الٰہی کی کیا تاویل کرینگے...... فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن یعنی قرآن سے جو یاد ہو پڑھو، اگر آپ کی یہ بات مان لی جائے کہ سورہ کا مقرر کرنا نماز میں جائز ہی نہیں تو اس بیچارے مسلمان کی نماز زندگی بھر ادا نہیں ہوگی جسے سورۂ اخلاص کے علاوہ کچھ آتا ہی نہیں...... حالانکہ شریعت اسلامیہ میں سب کا بیان اور حکم واضح واضح ہے...... ہر ایک میں بڑا فرق مرتب ہے۔ حرام وناجائز کا حکم اور ہے مکروہ تحریمی وتنزیہی کا اور عفو مباح کا اور...... آپ نے یہ کہاں سے فرمایا کہ سورہ کا مقرر کرنا ہی جائز نہیں، اگر ایسا ہے تو آپ اُن احادیث کریمہ کو کیا کہینگے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مختلف نمازوں میں مخصوص سورتوں کے پڑھنے کی روایت کثرت سے ملتی ہے۔

اس سے قبل ہم نے اجتہاد صحابہ کے تعلق سے دو تین حدیث بھی پیش کی ہے جس میں ایک ہی سورۃ کے بار بار پڑھنے کا ذکر آیا ہے اسی باب میں محدثین کے اقوال بھی نقل کیا ہے کہ دلی لگاؤ یا سورۃ سے خصوصی محبت کی بنیاد پر کسی مخصوص سورۃ کا پڑھا جانا اس امر کی دلیل نہیں کہ قرآن کے بقیہ حصہ کو قصداً ترک کر دیا گیا ہے اور یہ امر مستحسن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تائید فرمائی ہے۔ پھر یہ کہ اُس سورۃ کی تلاوت کرنے والے سے دریافت کئے بغیر آپ کوئی حکم بھی نہیں لگا سکتے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس کام کا کرنے والا یہ کام کیوں کر رہا ہے، اسکے ایسا کرنے میں کچھ مصلحتیں بھی ہو سکتی ہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ فن قرأت کے مطابق اُسے کچھ مخصوص سورتوں کی زیادہ مشاقی ہو، وہ زیادہ احسن طریقہ پر اُنکی تلاوت حروف

کے مخرج کی صحیح ادائیگی، حرکت وسکون پر مکمل قابو، ترتیل وتربیت کی رعایت اُن سورتوں میں اچھی طرح کرنا جانتا ہو، توصحیح قرآن پڑھنا زیادہ احسن ہوگا بہ نسبت غلط قرأت وتلاوت کے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان سورتوں میں اُس کے درد وغم کا علاج ہو وہ انکی تلاوت سے قلبی سکون محسوس کرتا ہو۔ یا توحید باری وصفات الٰہی یا شان نبوت ورسالت کی تجلّی اُسے ان سورتوں میں زیادہ نظر آتی ہو اور وہ پوری محبت کیساتھ اُنہیں تلاوت کرتا ہو۔

مصلحتیں بہت سی ہوسکتی ہیں جنکی بناء پر وہ کچھ مخصوص سورتوں کی تلاوت کرتا ہے۔ اس کو ناجائز تو کہا ہی نہیں جاسکتا ہم بہت سے قراء کو دیکھتے ہیں کہ وہ تیس پاروں کے مکمل حافظ ہونے کے باوجود چند مخصوص سورتوں ہی کی قرأت برابر کرتے ہیں اُسکی وجہ یہی ہوتی ہے کہ ان سورتوں کی تلاوت پر اُنہیں عبور ہوتا ہے، جتنی اچھی مشاقی ہوتی ہے مخصوص سورتوں پر وہ دوسروں پر نہیں۔

بہرحال مقاصد کی تبدیلی سے فعل کے احکام بدل جاتے ہیں شریعت کے جمیع افعال واعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف کی پہلی حدیث سے ظاہر ہے۔ جسے اہل علم نے ''نصف دین'' کسی نے ''ثلث'' اور کسی نے مکمل دین سے تعبیر فرمایا ہے کہ سارے کاموں کی بنیاد اسی پر ہے۔ اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیاتِ بے شک عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

صاحب تفسیر روح البیان نے عَبَسَ وَتَوَلّٰی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک امام ہر نماز میں یہی سورۃ پڑھا کرتا تھا، خبر ہوئی تو اُسے بلا کر آپ نے قتل کرا دیا، کیونکہ ہر نماز میں یہ سورۃ پڑھنے سے معلوم کرلیا کہ یہ منافق ہے اور اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے، اس لئے اس سورۃ ہی کو ہر نماز میں پڑھتا ہے جو بظاہر اللہ کیجانب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تہدید وعتاب معلوم ہوتی ہے۔

اس سے دو مسئلے واضح ہوگئے ...... پہلا تو یہ کہ قرآن بھی بُری نیت سے پڑھنا کفر ہے...... دوسرا یہ کہ بعض سورۃ بعض سورۃ سے اور بعض آیات بعض آیات سے درجہ میں افضل ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے ہی حدیث بیان کی کہ ایک صحابی نماز میں قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ عرض کیا کہ اسمیں میرے رب کی صفات کا ذکر ہے، اس لئے یہ سورۃ مجھے پیاری

معلوم ہوتی ہے، آپ نے فرمایا اُس سے کہہ دو کہ رب تعالےٰ اُس سے محبت فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اُنکی نیت محبت اِلٰہی کی وجہ سے خیر تھی اس لئے بشارتوں سے نوازا گیا، دوسرے کی نیت بغض وعنادِ رسول کی وجہ سے ''شرہی شر'' تھی اس لئے قتل کیا گیا۔

حالانکہ باعتبار عبادت دونوں نمازی، دونوں قوم کے امام اور بہ اعتبار تلاوت دونوں قرآن کے قاری، دونوں تعیین سورۃ درنماز پر عامل، مگر نیتوں کی بنیاد پر دونوں کا حشر الگ الگ فقہائے کرام نے نماز میں سورتوں کا مقرر کرنا مداومت کیساتھ مکروہ فرمایا ہے تاکہ دوسروں کو واجب گمان نہ ہونے لگے۔ اب دیکھئے کہاں مکروہ کہاں ناجائز۔

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

''سورتوں کا معین کر لینا کہ اُس نماز میں وہی سورۃ پڑھا کرے مکروہ ہے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں اُن کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے مگر مداومت نہ کریں کہ کوئی واجب نہ گمان کرے۔''

(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۹۹)

آپ نے دیکھا کہ تقررِ سورہ شریعت میں ناجائز نہیں صرف مکروہ ہے، وہ بھی دوسروں کے واجب گمان کر لینے کے باعث اُس پر ہمیشگی مناسب نہیں، مگر یہ کراہت بھی اُس وقت لازم آئیگی جب ذکر کردہ مصلحتوں جیسی کوئی مصلحت یا ضرورت کی بناء پر نہ ہو۔

معترض صاحب نے اپنے سوال میں لکھا ہے کہ جہری نمازوں میں ہمیشہ سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ اور سورۃ ''قدر'' کی تلاوت ہوتی ہے۔

''جہری نمازوں میں ہمیشہ کا مطلب یہ ہے کہ ظہر اور عصر کے علاوہ ہر نماز میں مذکورہ سورۃ ہی کی تلاوت ہوتی ہے حالانکہ یہ بھی بالکل غلط ہے، صبح کی نماز میں دوسری سورتوں کی تلاوت ہوتی ہے، مغرب کی نماز میں مختلف سورتوں کی تلاوت ہوتی ہے، البتہ زیادہ تر ''نماز عشاء'' یا نماز جمعہ وعیدین میں مذکورہ سورتوں کی تلاوت ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے کوئی امر شرعی مانع نہیں ہے۔ لہٰذا یہ جائز ہے خصوصاً جمعہ اور عیدین میں تو اس بات کا خیال ضرور ہونا چاہئے کہ جماعت کثیرہ کی وجہ سے تلاوت متوسط ہو، اور اُنہیں سورتوں کی تلاوت وقرأت ہو جو باعتبار قرأت وترتیب احسن طریقہ پر تلاوت کی جاسکیں، اور حافظہ میں

محفوظ ہوں کیونکہ اکثر جگہوں پر دیکھنے میں آیا ہے کہ ذہن میں صحیح طریقہ سے جو سورتیں محفوظ نہیں ہوتیں اُنکی تلاوت شروع کرنے کے بعد غلطیوں کا امکان قوی ہو جاتا ہے اور نماز میں خلل واقع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔لہٰذا ہر وہ امر جس کے مطلوب ہونے کی شریعت گواہی دے نہ تو کسی نص کے مخالف ہو اور نہ اس پر فساد مرتب ہو تو بدعت کے حدود میں داخل نہیں، نہ اُسے ناجائز کہا جا سکتا ہے بلکہ سنت میں داخل ہے اگر چہ اُسکا غیر اُس سے افضل ہو کیونکہ عبادت میں بعض افضل، بعض مفضول، جب تک اصل عبادت برقرار ہے تو انمیں کسی طریقہ کے اختیار کرنے والے پر نہ طعن کیا جا سکتا ہے نہ اُس عمل کو ناجائز کہا جا سکتا ہے نہ اُس کے عامل کو بدعتی قرار دیا جا سکتا ہے۔

سوال ۴ : آپکی خانقاہ میں خطبہ جمعہ کیلئے منبر پر جاتے وقت خطیب ''اُسکُتوا یَرْ حَمُکُمُ اللّٰہ'' کہتے ہیں، اسکی اصل کیا ہے یہ رسم جدید کیسی ہے؟

الجواب : خیریت ہے کہ ''معترض صاحب'' صرف اصل ہی پوچھ کر رہ گئے ،غضبناک نادر خانی فتویٰ نہیں ٹھونکا۔

دماغی بیماریاں کئی طرح کی ہوتی ہیں، اُن ہی میں ایک عارضہ ہوتا ہے کچھ نہ کچھ بولتے رہنے کا، چاہے غلط ہو یا صحیح ،سوال اس کا نہیں......مطلب ہے کچھ نہ کچھ بکنا......اختری جی......! خدانخواہی آپ کہیں اُسی عارضہ میں مبتلا تو نہیں ہیں......صحت پر دھیان دیجئے۔ صحت اللہ کی بڑی نعمت ہے، ڈاکٹر سے رجوع کیجئے......ہاں ڈاکٹر سے دوا لیتے وقت اسکی اصل ضرور پوچھ لیجئے گا، کہیں بدعت نہ ہو......جس طرح آپ نے مجھ سے پوچھا ہے کہ اسکی اصل کیا ہے......؟

دراصل آپ نے خطبہ کی اہمیت ہی نہیں سمجھی ہے۔ کیونکہ آپ تو ہر چیز کو ''رسمی عینک'' سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ اسی لئے آپکو خطبہ ہو یا اذان یا سورۂ معینہ کی تلاوت سب رسم ہی معلوم ہوتی ہے۔ بہر حال آیئے ہم اصل بتاتے ہیں اور اس پر طریقۂ عمل بھی......

مشکوٰۃ شریف باب الجمعہ میں ہے......کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کیلئے منبر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے لوگو! بیٹھ جاؤ (پرسکون ہو جاؤ) جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے......

لَمَّا اِسْتوی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عَلیٰ المنبر یَوْمَ الجمعۃ قال اِجْلِسُوْ ا فَسِمَعَ ذٰلِکَ ابن مسعودٍ فَجلَسَ علیٰ بابِ المسجد فراہُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال تَعَال یا عَبْدَاللّٰہ ابن مسعودٍ

(مشکوۃ شریف مترجم جلد اول صفحہ ۳۰۰ حدیث ۱۳۳۴)

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ بیٹھ جاؤ (پرسکون ہو جاؤ) تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے دروازے پر سنا تو وہیں بیٹھ گئے سرکار نے دیکھا تو فرمایا اے ابن مسعود آگے آؤ۔

مسئلہ...... جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہوا اُس وقت سے ختم نماز تک نماز و اذ کار اور ہر قسم کا کلام منع ہے، البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا نماز پڑھ لے، یونہی جو شخص نفل اور سنت پڑھ رہا ہے جلد جلد پوری کرے......

مسئلہ...... جو چیزیں نماز میں حرام ہیں مثلاً کھانا پینا، سلام، جواب سلام وغیرہ یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہے یہاں تک کہ ''امر بالمعروف'' ہاں خطیب ''امر بالمعروف'' کر سکتا ہے، جب خطبہ پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا اور چپ رہنا فرض ہے، جو لوگ امام سے دور ہوں کہ خطبہ کی آواز اُن تک نہیں پہنچتی اُنہیں بھی چپ رہنا واجب ہے، اگر کسی کو بُری بات کرتے دیکھیں تو ہاتھ یا سر کے اشارے سے منع کر سکتے ہیں زبان سے ناجائز ہے (دُرِّ مختار)

مسئلہ: خطبہ سننے کی حالت میں دیکھا کہ اندھا کنواں میں گرا چاہتا ہے، یا کسی کو بچھو وغیرہ کاٹنا چاہتا ہے تو زبان سے کہہ سکتے ہیں، اگر اشارہ سے یا دبانے سے بتا سکتے ہیں تو اُس صورت میں بھی زبان سے بتانے کی اجازت نہیں۔ (دُرِّ مختار، ردُّ المحتار)

مسئلہ : خطیب نے مسلمانوں کے لئے دُعا کی سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا آمین کہنا منع ہے، اگر کرینگے گناہگار ہونگے۔

مسئلہ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک خطیب نے لیا تو حاضرین دل میں درود شریف پڑھیں، زبان سے اُس وقت پڑھنے کی اجازت نہیں۔ یونہی صحابۂ کرام کے ذکر پر رضی اللہ عنھم زبان سے کہنے کی اجازت نہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ امام کا خطبہ کے لئے نکلنے کے وقت سے نماز شروع کرنے کے وقت تک نماز اور کلام دونوں حرام ہیں، اور اگر نماز میں ہے اور امام نے خطبہ شروع کر دیا تو نماز کو دو رکعت پر ختم کر دے......ہم نے جتنی جامع تفصیل عرض کر دی ہے کہ اسکی روشنی میں ذرا سی عقل رکھنے والا بھی بہ آسانی سمجھ سکتا ہے کہ خانقاہ شہبازیہ میں خطبہ کیلئے منبر پر تشریف لے جاتے وقت بہ آواز بلند ''اُسْكُتُوا يَرْحَمُكُمُ الله'' کیوں کہتے ہیں۔

ذکر کردہ حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ فعل مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، لہٰذا یہ خود سنت نبوی ہے

فقہاء کے بیان کردہ مسائل سے اس عمل کی اہمیت کا اندازہ آسانی سے لگایا جاسکتا ہے، انہی احکام وآداب وشرائط کا پابند بنانے کے لئے خطیب اُسۡکُتُوۡ ایرۡ حَمُکُمُ اللّٰه'' قبل خطبۂ جمعہ بہ آواز بلند فرماتے ہیں جسکا مفہوم ہی یہی ہے ''خاموش ہو جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔'' یعنی اس حکم کے بعد بھی قصداً جو اس کے خلاف کریگا وہ رحمت الٰہی سے دور ہو جائیگا۔ آپ بھی غور کریں! اس سے بہتر انذار وتبشیر کا اور کیا طریقہ ہوسکتا ہے ایک ہی جملہ میں ساری باتیں سمٹ گئیں مثل ''کوزے میں سمندر'' بجائے اس کے کہ ہر آدمی چیخ چیخ کر آسمان سر پہ اُٹھالے کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ کلام نہ کریں، نماز نہ پڑھیں، ارے صاحب آپ نماز جلد پوری کیجئے وغیرہ وغیرہ، ایک ایسا فصیح و بلیغ جملہ آداب مسجد اور آداب خطبہ کے تعلق سے فرما دیا گیا جس سے ہر شخص خود بخود پرسکون اور خاموش ہو جائے، نماز پڑھنے کا ارادہ کرنے والا وہیں پر رُک جائے، اور جو نماز پڑھ رہا ہو وہ اپنی نماز جلد جلد پوری کرے یا دو رکعت پر تمام کردے۔

معترض صاحب! آپ نے جمعہ کی نماز تو بہت ساری مسجدوں میں ادا کی ہوگی، آپ ایم. پی، مہاراشٹر، گجرات، کرناٹک میں کسی اہلسنت و جماعت کی مسجد میں چلے جایئے تو آپ دیکھیں گے کہ موذن جب اذان خطبہ دیتا ہے تو پہلے وہ درود شریف پڑھتا ہے پھر اذان پکارتا ہے۔ اسی طرح جب اقامت کہتا ہے تو درستگیٔ صف کی یہ پوری حدیث بہ آواز بلند پڑھتا ہے۔ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ سَوُّوۡا صُفُوۡفَكُمۡ فَاِنَّ تسوية الصُّفو فِ مِنۡ اِقَامَةِ الصَّلوٰة.

پھر تعوذ وتسویۃ کے ساتھ دورد شریف کے تعلق سے یہ آیت پڑھتا ہے اِنَّ اللّٰه وَمَلٰئِكَتَه' يُصَلُّوۡنَ عَلىٰ النَبِى الخ پھر درود شریف پڑھکر اقامت پکارتا ہے۔

معترض صاحب......! کیا آپ کسی حدیث یا فعل صحابہ سے اس طرح کی مثال پیش کرینگے......؟

......جواب آپکا ہوگا نہیں تو پھر یہ سب کچھ کرنے کے جواز میں آپکو ہمارے پیش کردہ ضابطے ہی تسلیم کرنے ہونگے، بجز اِس کے کوئی دوسری راہ نہیں جسکی بنیاد پر آپ تمام ایسے نوایجاد اُمور کے جواز کا ثبوت پیش کرسکیں۔

اب یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ منبر پر جاتے وقت خطبۂ جمعہ سے قبل خطیب خانقاہ شہبازیہ کا ''اُسکتوا یرحمکم اللہ'' کہنا عین اتباع سنت ہے، اسکی اصل خود فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، لہٰذا یہ عمل حسن ہی نہیں بلکہ احسن ہے۔

سوال ۵: آپ حضرات خطبۂ عیدین میں سلاطین مغلیہ کے نام بھی شامل کرتے ہیں جبکہ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں......

جواب : معترض صاحب ! آپ استفسار تو بیکار ہی کرتے ہیں جب سوال کیساتھ ہی جواب بھی ارشاد فرما دیتے ہیں۔ حالانکہ آپکے سوال و جواب سے عیاں ہے۔ ''سوال طفلانہ جواب احمقانہ'' زمانۂ نبوت میں سلاطین و ملوک اور خلفائے اسلامیہ کے ہونے کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ البتہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم اور اہل بیت نبوی سلامُ اللہ علیھم اجمعین کا وجود گرامی تھا، انکے علاوہ عمین مکرمین رضی اللہ عنھما کی ذات بھی موجود تھی، مگر کسی کا نام نامی داخل خطبہ نہیں کیا گیا، یہ سب اضافے بعد میں ہوئے اور اس پر علمائے دین و ائمۂ مجتہدین کا عمل متوارث چلا آرہا ہے۔ مملکتِ اسلامیہ میں خلفاء و ملوک و سلاطین کا نام عہد بعہد داخل خطبہ ہوتا آیا ہے کہ یہ بھی ''اولی الامر'' میں داخل ہیں۔ اوامر و نواہی کے احکام کا اجراء، شرعی عدالتوں کا قیام، حدود و قصاص کے احکام کا نفاذ ان ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ انہی مصالح دینیہ کے پیش نظر انکے ناموں کا خطبہ میں داخل کرنا بہتر سمجھا گیا، اور کیا گیا، اسی طرح ہندوستان میں بھی خطبات جمعہ و عیدین میں ملوک و سلاطین کے نام شامل کیئے گئے اور ہر دور میں اس پر عمل بھی رہا مملکت اسلامیہ کے فقہاء، علمائے دین، ائمۂ مجتہدین کے اس عمل متواتر کو ناجائز تو کہا ہی نہیں جا سکتا ہے۔ یہ عمل صراحۃً جائز ہے اور صدیوں سے اُمّت مسلمہ کا اس پر عمل رہا ہے اور بعض ممالک میں ابتک ہے۔ اب چونکہ ہندوستان میں مُلوکیت باقی نہیں رہ گئی تو ان ناموں کی حیثیت تاریخ دُہرانے جیسی رہ گئی ہے، آنے والی نسلوں کو اُنکے بزرگوں کے اسماء اور اسلاف کے حالات نیز ملوک و سلاطین کے عہد سے واقف کرانا بھی مصالح مرسلہ میں سے ایک مصلحت ہے...... نیز اُنکے حق میں یہ دُعائے خیر ہے......

تازہ خواہی داشتن ایں داغہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

کے تحت ایسا عمل قطعی ناجائز و حرام نہیں ہے......

بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۹۸ پر یہ مسئلہ مرقوم ہے کہ بادشاہ اسلام کی ایسی تعریف جو اسمیں نہ ہو

حرام ہے۔ مثلاً مالک رقاب اُمم'' یہ محض جھوٹ ہے۔ کہیے معترض صاحب ...... !ئینہ دیکھ لیا ...... خطبہ میں سلاطین کا نام صرف شامل کرنا ہی نہیں بلکہ اُنکی تعریف وتوصیف کرنا بھی جائز ہے۔ حرام کیا ہے ......؟ صرف ایسی بات جوسمیں نہ ہواُن الفاظ کا استعمال جس کا وہ مستحق نہ ہو حرام ہے۔ مثال بھی بتادی گئی۔

ظاہر ہے خدا کی عبادت میں ، دروغ ، ریا ، حُبّ جاہ ، یا دنیاوی طمع کسی کا بھی دخل نہیں ہونا چاہئے لیکن ایسی جائز بات جس سے دین کی خیر خواہی ، مسلمانوں کی بہتری مقصود ہو وہ بہر حال جائز ہے خانقاہ عالیہ شہبازیہ میں ان اُمور و معمولات کی انجام دہی انتہائی حزم و احتیاط کیساتھ شریعت مطہرہ کو سامنے رکھ کر کی جاتی رہی ہے۔ کسی عمل کو عقائد و مسلک اور احکام فقہ سے سر مُو انحراف نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح عہد بعہد بہادر شاہ ظفر تک بادشاہوں کا ذکر ہے جو نہایت مناسب الفاظ میں کئے گئے ہیں۔ بعد میں دعائے خیر کا انداز بھی انتہائی فصیح وبلیغ اور مبارک وموزوں ہے وہ بھی دیکھئے :

اَللّٰهُمَّ افَضِ شَائِبَ الرَّحْمَةِ وَ الْغُفْرَانِ عَلىٰ صَاحِبِ الْفَتُوحِ و المَغَازِیْ اَبِی النَّصرقُطُبَ الدِّیْن شاهُ سِرَاجُ الدِّیْن بادشَاهَ الْغَازِیْ......

یا پھر اس طرح......

اَللّٰهُم اَیّدِدِیْنَ اَفْضَلِ انبیائِكَ و سَیِّدِ اَصْفِیَا ئِكَ بِثبَاتِ سَّلْطَنَةِ الخَاقَانِ اَلاَعْظَم و سُلَطَانِ الْاَعْدَلِ الاکَرُمِ الَّذِیْ اسَتنا رَتِ بِضِیاءِ معدَلَةِ الآ فاقِ وَوَرَثَةِ الخِلَا فَةِ عَنِ السَّلَافَةِ بالاستِحقَاقِ کھفِ المُلُوكِ وَالدِّینِ حَامِي اَلمِلَةِ الحَنِفِیّة وأبی الفتح نَاصِرُ الدِّین شَاه سِرَاجُ الدِّین بادشاه الغَازِیَ۔

اس پوری عبارت میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں، جملہ ایسا نہیں جسے حرام وناجائز کہا جاسکے، نہایت محتاط انداز میں شایانِ شان تعارف کیساتھ ساتھ دُعائے خیر بھی ہے۔ جسے کسی طرح حرام وناجائز نہیں کہا جا سکتا......

معترض صاحب ! آپکے تمام سوالات مبنی بر جہالت ہیں۔ اور کسی طرح بھی لائق توجہ نہیں میں کبھی آپکے ان پژمردہ سوالات پر دھیان نہ دیا ہوتا، لیکن لگاتار آپکی مکروہ تحریروں نے یہ سمجھانے میں دیر نہ لگائی کہ کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

آپکی بیبا کی اور شوخ بیانی سے یہ اندازہ لگ گیا کہ آپ میری خاموشی سے ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں، آپکی جسارت گستاخی کی حدتک پہنچ چکی ہے۔ لہٰذا ''دہن سگ بہ لقمہ دوختہ بہ''

آپکے سوالات اور اُنکے قد وقامت نیز آپکی نادیدہ شخصیت سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے متعلق انتہائی خوش فہمی میں مبتلا ہیں یا مبتلا کر دیئے گئے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے اس درسگاہ تعصب کے آپ ہی پہلے طالب علم نہیں۔ آپکے اور بہت سارے ہمسبق ہیں اور مدرسۂ خطائی میں مطمئن دستار بند گروہ معلمی کے فرائض انجام دیرہا ہے۔ دین کا فہم رکھنے والے سنجیدہ باشعور افراد ان غلاظتوں میں گھٹن محسوس کرتے ہوئے دُور گوشۂ عافیت میں جا بیٹھے ہیں یا میدان عمل میں ہیں بھی تو اس غول بیابانی میں خود کو تنہا محسوس کرتے ہیں۔

مگر یاد رکھنا چاہئے بادل کتنا ہی سیاہ اور گہرا کیوں نہ ہو وہ ہمیشہ فضاؤں پر اپنا قبضہ قائم نہیں رکھ سکتا۔ صحت بخش ہوا کے جھونکے اُٹھتے ہیں، اندھیرے چھٹتے ہیں، پہلے ہی کی طرح صاف ستھری فضا نمودار ہوتی ہے۔ یہ آئین قدرت ہے یہ ہونا ہے اور ہو کر رہیگا۔

بدگمانی انتہائی بُری چیز ہے جس سے دل، دماغ، مجلس اور ماحول کو یہ گھن لگ جاتا ہے اُسکا حشر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے امروز دیکھا جارہا ہے'' ظُنُّوا المؤمنِیْنِ خیرًا '' کا فقدان ہے۔ حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہی تعلیم فرمائی کہ اختلاف کو برداشت کرنا چاہئے، مسلمانوں کی وحدت کو منتشر نہ کیا جائے۔ اُنمیں ایک دوسرے کی بہ نسبت بدگمانیاں نہ پھیلائی جائیں۔ علمائے دین نے صحابہ کرام کے واسطہ سے اسی طور وطریقہ کو اخذ کیا۔ اور اس پر عمل کرتے رہے، وہ کتاب وسنت کے فہم کا انتہائی درجہ احترام کرتے تھے اگرچہ وہ انکی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اب اس سے زیادہ اُنکی طینت کی پاکیزگی کیا ہوگی کہ وہ اپنے علمی وفکری مخالف کی رائے کو بھی بطور امانت نقل کر دیتے تھے......

حضرت سعید بن مُسیّب رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دس حکم صادر فرمائے اُن میں ایک یہ بھی تھا کہ تو اپنے بھائی کے معاملے کو اچھے پہلو پر محمول کر یہاں تک تجھے غلبۂ ظن مل جائے، اور تو اپنے مسلمان بھائی سے صادر ہونے والے کسی حکم پر بدگمانی نہ کر جب تجھے اسکا بہتر محل مل سکتا ہے۔

معترض صاحب ...... اگر یہ اعتراضات کسی وہابی، مودودی، چکڑالوی غیر مقلد کے ہوتے تو ہم سمجھ لیتے کہ یہ انکی فطرت ثانیہ بن چکی ہے وہ اپنے خانہ زاد عقیدوں سے مجبور ہیں...... مگر ہمیں تو یہ بات زیادہ ورطۂ حیرت میں ڈال رہی ہے کہ آپ اپنے ساتھ نسبتوں کا دور افتادہ کارواں لیکر چل رہے ہیں اور خفی سے لیکر جلی تک قدیم سے لیکر جدید تک ساری نسبتوں کی غیر ضروری پوٹلیاں ڈھو رہے ہیں باوجود اسکے آپ اپنے مُنہ سے وہی غلیظ دھواں چھوڑ رہے ہیں جو گمراہوں اور بدعقیدوں کے سُلفے سے نکلتی ہے۔ خدا نخواہی ہمچنیں دیگرے نیست کی بوالہوسی پر خود ساختہ مسلک و مشرب کا روغنِ قاز تو نہیں پھیرا جا رہا ہے۔

بزرگان دین کے طریقوں، قدیم آستانۂ روحانی کے پاکیزہ عملوں اور طریقت کے مقدس سلسلوں کو ہدف ملامت بناتے بناتے۔ اب آپ لوگوں کی آخری جست کہیں اُس وادیٔ پُر خار میں نہ لیجائے جہاں آج سے عرصۂ دراز پہلے "خارجیت" اپنے مہیب سائے کیساتھ ڈیرہ جمائے تھی۔

اپنے نظریات کے خلاف پاکر کسی شخص پر بدعتی یا گمراہ کا فتویٰ ٹھونک دینا دراصل ذہنی وفکری طور پر "خارجیت" ہی کی پیروی کہلائے گی۔ یہ بدعت سیئہ ماضی میں خوارج سے صادر ہوئی، اور دور حاضر میں اُسی سیاہی کے پیروکاروں سے عملاً ظاہر ہو رہی ہے۔

خارجیت کی اس تانا شاہی کی وجہ کیا تھی؟ صرف یہی کہ وہ اپنی ذات پر حد درجہ مغرور تھے، وہ آیات واحادیث کے صرف ظاہر معنی کو مُراد لیکر سمجھتے تھے کہ صرف حق پر ہم ہی ہیں اور انکا ہر مخالف گمراہ ہے یا بدعتی ہے، یا کافر و مشرک ہے بلکہ وہ صرف اُسی کی بات سنتے تھے جو خارجی ہوتا یا اُنکے جیسا ہوتا، بقیہ جمہور اُمت کو وہ سیاہ چشمہ لگا کر دیکھتے تھے اُنہیں اُمّتِ مسلمہ بدعتی دکھائی دیتی تھی یا کافر و مشرک یا خارج از اسلام......

خود بینی کے بہاؤ میں انانیت کے دھار پر، سب پر سبقت لیجانے کی ہوس نے کہیں کشتی کا رُخ تو نہیں بدل دیا ہے۔ غور کیجئے، سوچئے...... وقت ہے راستہ بدل دیجئے!!

معترض کے پانچوں اعتراضات کے جوابات جو ہم نے اپنی خانقاہ کی طرف سے مدلل طور پر دیا ہے یہ صرف خانقاہ ہی کا جواب نہیں بلکہ وہی جواب علمائے کرام اور مفتیان عظام کا بھی ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی مشہور ومعروف درسگاہ جامع اشرف کچھوچھہ شریف فیض آباد کے دارالافتاء سے ان پانچوں سوالات پر استفتاء کیا گیا ہے۔ اسے بھی ہم من وعن شائع کررہے ہیں۔

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ افروز خان نامی شخص اپنے کو سنی رضوی کہتا ہے اور ایک خانقاہ کی مندرجہ ذیل امور کو بدعت کہتا ہے اور اس پر اعتراض کرتا ہے کیا اسکا اعتراض عندالشرع صحیح ہے۔

(۱) آپکی خانقاہ کی مسجد میں ہر شب جمعہ متواتر سات آذان دی جاتی ہے اسکی اصل کیا ہے کیا یہ بدعت نہیں؟

(۲) آپکی خانقاہ میں جمعہ کے دن آذان خطبہ سمیت تین آذان دی جاتی ہے جبکہ سارے عالم اسلام میں دو ہی مرتبہ آذان ہوتی ہے یہ تیسری آذان نہ پہلے کہیں دی گئی نہ سنی گئی یہ اضافہ کیسا ہے؟ کیا اس آذان ثلاثہ کا حکم صرف آپ ہی لوگوں پر نازل ہوا ہے؟

(۳) جہری نمازوں میں صرف سورہ الم نشرح اور سورہ انا انزلناہ کی تلاوت ہوتی ہے جبکہ از روئے شرع خاص سورہ کا مقرر کرنا بالکل جائز نہیں۔

(۴) خطبہ جمعہ میں خطیب اسکتوا رحمکم اللہ'' کہتے ہیں اسکی اصل کیا ہے یہ رسم جدید کیسی ہے؟

(۵) آپ کے شہر کے ذمہ دار علماء سے یہ روایت مجھ تک پہونچی ہے میں بذات خود اسکا سامع نہیں کہ آپ حضرات خطبۂ عیدین میں سلاطین مغلیہ کے نام بھی شامل کرتے ہیں جبکہ ایسا شرعاً جائز نہیں۔

افروز خاں رضوی معرفت خانقاہ شہبازیہ بھاگلپور۔ ۲۲.۷.۲۰۰۰

الجــــواب : بعون الملک الوھاب الحمدلولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

(۱) معترض افروز خاں سنی نہیں لگتا بلکہ رضوی کے لبادہ میں بدعقیدہ وہابی معلوم ہوتا ہے۔ اگر صحیح

العقیدہ رضوی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا ماننے والا ہوتا تو خانقاہ کی مسجد کے مئذنہ پر شب جمعہ سات مرتبہ آذان دیئے جانے پر اعتراض نہ کرتا نہ ہی بدعت کی رٹ لگاتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ معترض اپنے بانی سلسلہ رضویہ کے احوال وکوائف اور عقائد سے بھی جاہل ہے اگر سات بار آذان دینا بقول معترض بدعت سیئہ ہے تو معترض خود جواب دے کہ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے جو بعد تجہیز وتکفین اپنی قبر پر سات آذان دینے کی وصیت تحریر کروائی تھی کیا یہ بھی بدعت سیئہ ہے؟ وصایا میں ہے۔

''بعد تیاری قبر سرہانے الم تا مفلحون پائنتی امن الرسول تا آخر سورہ پڑھیں اور سات بار باآواز بلند حامد رضا خاں آذان کہیں'' ۱۲۴ (المجمع الاسلامی مبارکپور)۔

وصایا کی یہ عبارت معترض کے قلبی اضطراب کے سکون کا باعث اور سات بار آذان کے جواز کی اہم دلیل ہے اس سے انحراف بانی سلسلہ کے عقائد سے بغاوت ہوگی...... اگر واقعی معترض سنی ہے جب تو بہت بڑا جاہل متعصب معلوم ہوتا ہے ورنہ ہرگز ایسا بیجا اعتراض نہ کرتا اور حرمت وبدعت کا فتویٰ نہ جڑتا۔ ایسے جاہل ونادان کو فتویٰ دینا جائز نہیں حدیث شریف میں ہے مَنِ افْتیٰ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِکَةُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو بے علم فتویٰ دیتا ہے اسپر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں دوسری حدیث پاک میں ہے مَنْ افْتیٰ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُه عَلیٰ مَنْ افْتَاهُ وَ مَنْ اَشَارَ عَلیٰ اَخِیْهِ بِاَمْرٍ یَّعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِهٖ فَقَدْ خَانَه رواه اَبُوْدَاؤدَ جو بے علم فتویٰ دیا گیا اسکا وبال فتویٰ دینے والے مفتی پر ہوگا اور جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی کسی امر کی طرف رہنمائی کی جان بوجھ کر کہ بھلائی اسکے غیر میں ہے تو اس نے خیانت کی...... ہاں اگر معترض واقعی وہابی غیر مقلد ہے جب تو جائے حیرت نہیں کہ یہ وراثت انکو انکے بزرگوں سے ملی ہے ہر کار خیر، امر مستحسن انکے یہاں بدعت کہلاتی ہے اور اب تو جرأت اتنی بڑھ گئی کہ اذان جیسی مشروع ومسنون کار ثواب ذکر اللہ کو بھی بدعت کہنے لگے جبکہ نفس آذان کا ثبوت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے اسکا منکر گمراہ بددین، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے یٰاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ ...... اور فرماتا ہے وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ حدیث شریف میں ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ

الـمُؤذِّنِ جِنٌّ وَ لَا اِنسٌ وَلَا شَئٌ اِلاَّ شَهِدَلَه، يَوْمَ القِيٰمَةِ رَوَاهُ البُخَارِیُ......اور یہ آذان نماز کیلئے تو مشروع ہے ہی غیر نماز میں بھی مشروع و مسنون ہے کہ یہ ذکر معظم ہے اور ذکر عام حالات میں بھی ممنوع نہیں۔ بدائع الصنائع میں ہے اَنْ یَّکُوْنَ المُؤذِّنُ عَلَی الطَّھَارَةِ لانّه ذِکْرٌ مُّعَظَّمٌ یعنی موذن کو باطہارت ہونا چاہئے اس لئے کہ آذان ذکر معظم ہے......در مختار میں ہے فِیْ حاشیة البحر للخیر الرملی رآیتُ فی کتب الشافعیة انه قَدْ یَسُنُّ الآذانُ بِغَیْرِ الصَّلوٰةِ کمافی آذانِ المَوْلُوْدِ والمَھْمومِ و المَصروع وَالغَضْبَانِ وَ مِنْ سَاءَ خُلُقُه، مِنْ اِنْسَانٍ اَوْبَهِيْمَةٍ وَ عِنْدَ مَزدحم الجَیْشِ و عِنْدَالحَرِیْقِ وَ عِنْدَاَنزَالِ المَیْتِ قیاساً عَلیٰ اَوَّلِ خُرُوْجِهٖ لِلدُّنْیَا صفحه ۳۰۸/۳۰۷ یعنی نماز کے علاوہ چند جگہوں میں آذان دینا مسنون ہے۔ بچہ غمزدہ، مرگی والا، غصہ والا، بدخلق آدمی، شریر جانور کے کان میں لشکروں کے جنگ کے وقت، آگ لگ جانے کے وقت، میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اسکے پیدا ہونے پر قیاس کرتے ہوئے......اسکے علاوہ بھی اور بہت سے مواقع ہیں جہاں آذان دینا مسنون ہے جیسے سحری میں جگانے کیلئے شیطان بھگانے کے لئے وبائی امراض، بلا دفع کرنے کے لئے وغیرہ۔ کیونکہ یہ خالص ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ سوائے چند مقامات مخصوصہ کہیں کسی حالت میں ممنوع نہیں بلکہ جائز و مستحسن، کار ثواب اور رضائے مولیٰ کا سبب۔ اور ذکر میں تکرار و اکثار تو ثواب بالائے ثواب ہے حدیث شریف میں ہے عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ اِلْخُدرِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ سئِلَ اَیُّ العِبَادِ اَفْضَلَ وَاَرْفَعُ دَرجَةً عِنْدَاللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ومَنْ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلَ اللّٰہ قَالَ لَوْ ضَرَبَ بَسِیْفِهٖ فِیْ الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی اِنْکَسَرَ وَ یَخْتَضب دَماً فَاِنَّ الذَّاکِرَلِلّٰہِ اَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً رواہُ احْمَد وَاَلتِرمِذِیْ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ خدا کی بارگاہ میں قیامت کے دن کون زیادہ مرتبہ والا اور افضل ہوگا تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والی عورتیں پھر عرض کیا گیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے غازی سے بھی (ذاکر افضل ہونگے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غازی اگر اپنی تلوار سے

کفار و مشرکین کو قتل کرے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور خون میں رنگین ہو جائے پھر بھی ذکر الٰہی کرنے والا بندہ غازی سے ایک درجہ فضیلت رکھتا ہے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے معلوم ہوا اور ثابت بھی ہو گیا کہ آذان بھی ذکر معظم ہے اس لئے آذان میں تکرار و اکثار جائز بلکہ مستحسن و باعث اجر و ثواب ہے۔ ھدایہ میں ہے۔ لِاَنَّ تَکْرَارَ الْاَذَانِ مَشْرُوْعٌ صفحہ ۴۷ جلد اول۔ ان شواھد کے ہوتے ہوئے آذان کو بدعت کہنا جہالت و گمراہی افروز خاں توبہ کرے وھو تعالیٰ اعلم۔

الجواب ۲: جمعہ کے دن آذان اول اور آذان خطبہ کے درمیان ایک آذان کا اضافہ گرچہ بظاہر بہت عجیب، نادر اور محدث معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ آذان نہیں بلکہ تھویب ہے اصطلاح میں نماز کیلئے بذریعہ آذان اعلان کر لینے کے بعد بار دیگر قرب نماز کے اعلان کرنے کو تھویب کہتے ہیں شامی میں ہے التثویب اَلْعُوْدُ اِلَی الْاَعْلَامِ بَعْدَ الْاِ عْلَامِ صفحہ ۳۳۶ جلد اول۔ چونکہ نماز و آذان کے درمیان کافی وقفہ رہتا ہے لوگ دنیاوی مشاغل و مصروفیات میں منہمک ہونے کے سبب نماز سے غافل ہو جاتے ہیں اس لئے شریعت مطہرہ نے بر بنائے علت غفلت بعد آذان ایک مرتبہ مزید قرب نماز کے وقت کو بتانے کیلئے اعلان کی اجازت دی ہے اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ پاک سے ثابت ہے اس لئے نفس تھویب مسنون ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی آذان دے دی تھی بعدہ بارگاہ رسالت میں نماز کی خبر دینے آئے تو دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں حضرت بلال نے عرض کیا "اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم" اسپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے بلال! یہ کتنا اچھا جملہ ہے اسے آذان فجر میں شامل کر دو بدائع میں ہے عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدِ اِبْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ بِلَالاً اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُؤْذِنُہٗ بِالصَّلٰوۃِ فَوَجَدَہٗ رَاقِدًا فَقَالَ الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْسَنَ ھٰذَا اِجْعَلْہُ فِیْ آذَانِکَ ...... وَعَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللّٰہُ عَنْہُ اَنْ قَالَ کَانَ التَّثْوِیْبُ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ یعنی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھویب کے کلمات "الصلوٰۃ خیر من النوم" تھے البتہ تھویب عہد رسالت میں صرف وقت فجر میں مشروع تھا بقیہ وقتوں میں ممنوع

کہ وقت فجر وقت نوم وغفلت ہوتا ہے اور یہ علت دوسرے وقتوں میں نہیں پائی جاتی تھی اس لئے تثویب صرف فجر کے ساتھ مخصوص تھا حدیث شریف میں ہے رویٰ عَبْدُالرحمٰنِ ابنِ اَبِی لَیْلیٰ عَنْ بَلَالُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا بَلَالُ ثَوِّبْ فِی الْفَجْرِ وَلَا تُثَوِّبْ فِیْ غَیْرِھَا ،لیکن بعد میں حضرات فقہاء متاخرین نے جب دیکھا کہ مسلمانوں میں دن بدن نماز کی طرف سے غفلت وسستی اور کاہلی ولاپرواہی بڑھتی جارہی ہے لوگ دین سے دور اور دنیا کے الجھنوں میں پھنستے جارہے ہیں حتیٰ کہ نماز کی بھی انہیں خبر نہیں رہتی تو متأخرین نے علاوہ مغرب کے تمام نمازوں میں تثویب کی اجازت دے دی کہ اب مشروعیت تثویب کی علت متحقق ہوگئی اور برّ وتقویٰ پر معاونت بھی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے تَعَاوِنُوا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی۔اسی لئے جائز ومستحسن بھی ہوا بدائع الصنائع میں ہے غیرَ اَنَّ مَشَائِخَنَا قَالُوْ الَا بَاسَ بِالتَّثْوِیْبِ لِلْمُحْدَثِ فِیْ سَائِرِ الصَّلَوٰت لِفَرْط غَفْلَةِ النَّاسِ فِیْ زَمَانِنَا وَ شِدَّةِ رُکُوْنِھِمْ اِلَی الدُّنیا و تھاونھم بِاُمُوْرِ الدّ ینِ فَصَارَ سَائِرُ الصَّلَوٰتِ فِیْ زَمَانِنَا مِثْلَ الْفَجْرِ فِیْ زَمَانِھِمْ فَکَانَ زِیَادَةَ الْاَعْلَامِ مِنْ بَابِ التَّعَاوُنِ عَلَی الْبِرِّوَ التَّقْوٰی ...... درمختار، ردالمحتار میں ہے یُثَوَّبُ بَیْنَ الْآذَانِ وَالْاقَامَةِ فِیْ اَلْکُل لِلْکُلِّ بِمَا تَعَارَفُوْہُ اَیْ کُلّ الصَّلَوٰتِ لِظُھُوْرِ التوانی فِیْ الْاُمُوْرِ الدِّ یْنِیَّةِ قال فی العنا یة اَحْدَثَ المُتَأ خِرُّوْنَ التثویبَ بَیْنَ الآ ذانِ وَالْاقَامَةِ عَلٰی حَسْب مَاتَعَارَفُوْہُ فِیْ جمیع الصَّلوٰتِ سِوٰی الْمَغْرِبِ مَعَ اِبْقَاء اِلْاَوَّلِ یَعْنِی الْاَصْلِ وَ ھُوَتَثْوِیْبُ الْفَجْرِ وَ مَا رأہ المُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَھُوَعِنْدَاللّٰہ حَسَنٌ یعنی حضرات متأخرین نے آذان واقامت کے درمیان تمام نمازوں کیلئے بمقتضائے عرف تثویب کو ایجاد کیا ہے اس لئے کہ امور دینیہ میں سستی بڑھتی جارہی ہے اور یہ جائز اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے مَارَأہ' الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً عِنْدَاللّٰہ حَسَنٌ ۔ پہلے تثویب کے کلمات ''الصلوٰۃ الصلوٰۃ'' الصلوٰۃ جامعۃ'' قامَتْ قامَتْ ،حی الی الصلوٰۃ'' وغیرھا رائج تھے اور اب بھی بعض مقامات پر انہیں کلمات میں سے کسی ایک سے تثویب کرتے ہیں مگر ان کلمات کے خلاف بھی بمقتضائے عرف کلمات استعمال کرسکتے ہیں بلکہ الفاظ منقولہ اور الفاظ عرفیہ کے خلاف بھی استعمال کیا تو جائز ہے۔ردالمحتار میں ہے لَوْ احدثوا اعلاماً مخالفاً

جاز۔ ان عبارتوں سے خوب واضح اور ظاہر ہے کہ خواہ کوئی بھی نماز ہو آذان دینے کے بعد قرب نماز کی خبر دینے کیلئے بار دیگر تثویب واعلان جائز ہے اور یہ اعلان الفاظ منقولہ الفاظ عرفیہ سے بھی ہوسکتا ہے اور غیر منقولہ محدثہ سے بھی جیسا کہ درمختار اور بدائع کے حوالہ سے گذرا پس الفاظ آذان سے بھی تثویت جائز ہوگا بلکہ اولیٰ کہ یہ بھی اعلام ہی ہے اور ذکر اللہ پر مشتمل بھی مگر الفاظ آذان میں ایک دو کلمے کم وبیش کر دیئے جائیں اور بہ نیت تثویب ہی یہ کلمات پکارے جائیں تا کہ اوھام واردہ کے شکوک وشبہات کی مطلقاً گنجائش نہ رہے وھوتعالیٰ اعلم۔

الجواب ۳: سائل بہت بے باک جری نڈر ہے اس لئے ہر جگہ حلال کو حرام، اور جائز کو نا جائز لکھنے میں سر گرداں ہے مسائل شرعیہ میں ایسی بیبا کی ودلیری حرام اشد حرام بغیر سیکھے حرمت کا فتوی جتر نا گناہ موجب لعنت ایسا شخص مستحق عذاب نار سزا اور غضب جبار ہوگا۔ مسائل شرعیہ کے بیان میں جس بے با کی کا اظہار معترض نے کیا ہے اس سبب سے اس پر توبہ لازم ہے۔ حقیقت میں صورت مستفسرہ کا حکم یہ ہے کہ کسی خاص سورہ کی تلاوت نا جائز کیا مطلقاً مکروہ بھی نہیں ہے فقہاء نے صرف فرض نماز میں تعیین سورہ کو مقید بالقیود صرف مکروہ لکھا ہے مثلاً کوئی ایک ہی سورہ کی تلاوت کرتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اسکے علاوہ سے ہی نہ ہوگی یا کم ازکم یہ خیال کرے کہ اسی کو پڑھیگا۔ دوسری نہ پڑھیگا تب مکروہ ہے کہ اس سے بقیہ سورتوں کا ترک لازم آتا ہے لیکن اگر یہ نیت نہ ہو بلکہ سہولت وآسانی کے لئے، حصول برکت کے لئے، رفع مرض کیلئے یا کسی سورہ سے محبت زیادہ ہونے کے سبب سے پڑھے کہ اسمیں صفات الٰہیہ کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف ہے وغیرہ تو مکروہ نہیں بلکہ اولیٰ وافضل حصول اجر وثواب کا باعث البتہ ایہام کراہت سے بچنے کے لئے کبھی کبھی کوئی دوسری سورہ بھی پڑھ لیا کرے۔ طحطاوی علیٰ المراقی میں ہے قید الطحاوی الکرا ھۃ بِمَا اِذَا اِعْتَقَدَأَنَّ الصَّلوٰۃ لَا تَجُوْزُ بِغَیْرِ ھَا اما اذالم یَعْتَقِدْ ذَالِکَ فَلَا کِرَاھَۃَ ...... مراقی الفلاح میں ہے وَھٰذَ اِبحَیْثُ لَا یَقْرا غیرھا لِمَا فِیْہِ مَنْ ھَجْرِالْبَاقِی اِلَا لُیُسْرِعَلَیْہِ اَوْتَبَرکاً بقراۃِ النّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلِیْہِ وَسَلَّمَ فَلَا یُکْرَہ‘۔ یعنی تعیین سورہ صرف اس حیثیت سے مکروہ ہے کہ مصلی اس سورہ کے غیر کی تلاوت نہ کریگا جس سے بقیہ سورتوں کا ترک لازم آتا ہے لیکن اگر آسانی کیلئے یا حصول برکت کیلئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سورہ کو پڑھی ہے پڑھیگا تو کراہت نہیں چنانچہ اسی مصلحت کے خاطر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تعیین سورہ کو اپنے اوپر لازم فرمالیا تھا۔ جامع ترمذی میں ہے عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رِجلٌ مَنَ الاَ نصَارِ يؤمُّهم فِیْ مَسْجِدِ قُبَا فَكَانَ كُلَّما اِسْتَفتَحَ سُوْرَةً يَقْرأبِهِمْ فِی الصَّلٰوةِ يَقرأبها اِفتَتَحَ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد حَتّٰى يَفْرُغَ مِنهَا يَقرَأُ سُوْرَةً آخریٰ مَعَهَا وَ كَانَ يُصْنَعُ ذالك فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَكَلَّمَه' اَصْحَابُه' فَقَالُوْاِنَّكَ تَقْرَأبِهٰذِهِ السُّوْرَةِ ثُمَّ لَا تَریٰ اِنَّهَا يَجْزِئُكَ حَتّٰى تَقْرَأبِسُوْرَةٍ اُخریٰ فأمّا أن تَقْرَأبهاو أماأن تَدَعها و تقرأ بِسُوْرَةٍ اُخریٰ قَالَ مَا اَنَا بِتَارِكِهَا ان اَحْبَبْتُمْ أن اَؤمَّكم بها فعلتُ و ان كَرِهتُمْ تركتُ وَ كَانُوْا يَرَوْنَه' اَفْضَلَهُمْ وَ كَرِهُوْاأن يَّؤُمَّهُمْ غَيْرُه' فَلَمَّا اَتَا هُمْ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرُوْه الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فَلَان مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا يَا مُرُبِهٖ اَصْحَابُكَ وَ مَايَحْمِلُكَ أن تَقْرَأ هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّی اُحِبُّهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ حُبَّها اَدْ خَلَه' الْجَنَّةَ۔ رواہ الترمذی صفحہ ۱۱۸ جلد دوم۔ اس حدیث پاک سے خوب واضح اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعیین سورہ کو علی الاطلاق منع نہیں فرمایا بلکہ اسکو بر بنائے محبت سورہ اخلاص جائز رکھا اور اسکو دخول جنت کا سبب فرمایا بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے بھی نماز میں تکرار سورہ ثابت ہے۔ بدایہ نہایہ میں ہے اَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ عَلیٰ أنْ مِنْ سُنَّةِ الْقِرأة فِیْ صَلاةِ الْجُمُعَةِ قِرأَةُ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ فِیْ الرَّكْعَةِ الاُ وْلیٰ لَمَّا تُكَرَّرَ ذَالِكَ مِنْ فِعْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوة وَالسَّلَامُ وَ ذَالِكَ اَنَّهٗ خَرَّجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ أنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلیّٰ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرأ فِیْ الركعة الاوْلیٰ بِالْجُمُعَة وَ فِی الثَّانِيَة بِاذَاجَاءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ ۔ صفحہ ۱۶۴ جلد اول۔ یعنی اکثر فقہاء اسپر ھیں کہ نماز جمعہ میں سنت قرأت میں سے یہ کہ جمعہ کی پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ کی تلاوت کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تکرار ثابت ہے اور یہ اس لئے کہ امام مسلم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں اذا جاء ک المنافقون کی تلاوت کرتے تھے جب اقوال فقہاء، فعل صحابہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی فعلی

تائید سے ثابت ہے کہ تعیین سورہ علی الا طلاق ممنوع نہیں نہ ہی مکروہ بلکہ بعض وجوہ حسنہ کے سبب جائز تو اس سے انکار جہالت وگمراہی ہوگی۔ وھوتعالیٰ اعلم۔

الجواب ۴: خطبہ میں اسکتوا یرحمکم اللہ کہنا رسم جدید نہیں بلکہ جائز ومشروع ہے بلکہ عین خطبہ ہے کہ اگر خطیب نے صرف اتنے ہی پر اکتفا کرلیا تو عہدہ خطبہ سے سبکدوش ہوگیا کہ خطبہ ذکر اللہ ہے اللہ عز شانہ فرماتا ہے اِذَانُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ اوراس سے انکارنہیں کہ اسکتوا یرحمکم اللہ میں اللہ کا ذکر، اسکی صفت رحمت کا ذکر، دعاء خیر، اورامر بالمعروف ہے پس جب یہ ذکر پر مشتمل ٹھہرا تو خطبہ ہوگیا اور جواز جمعہ کیلئے اتنی مقدار میں خطبہ پڑھ دینا کافی ہے بدائع میں ہے قَلَّ الذِّکْرُاَوْ کَثُرَ حَتّٰی لَوْ سَبَّحَ اَوْھَلَّلَ اَوْحَمِدَاللّٰہَ عَلٰی قَصْدِالْخُطْبَۃِ اَجْزَاہ'۔ صفحہ ۲۶۲ جلداول۔ یہ نہ کہا جائے کہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے ہی مذکورہ جملہ کہا جاتا ہے اور یہ بااصل ہے۔ یہ شبہ بے محل ہے کیونکہ خطیب اپنے حجرہ سے جب خطبہ کیلئے تیار ہوکر مسجد کی طرف آتا ہے اسی وقت سے احکام خطبہ نافذ ہوجاتے ہیں چنانچہ اسی وقت سے سلام وکلام اوراد وظائف سب ممنوع ٹھہرے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اِذَا خَرَجَ الْاِ مَامُ فَلَا صَلٰوۃَ وَلَا کَلَامَ ۔ بدائع میں ہے وَلِاَ نَّہ' اِذَا خَرَجَ لِلْخُطْبَۃِ کَانَ مُسْتَعِدًّا لَھَا وَالْمُسْتَعِدُّ لِلشَّئیْ کَا لشَّارِعِ فِیْہِ یعنی امام جب خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو خطبہ ہی کے لئے مستعد ہوتا ہے اور کسی شی کے لئے مستعد ہونے والے کا حکم اس شی کے شروع کرنے والے کی طرح ہے اس لئے اسکتو یرحمکم اللہ گو کہ خطبہ شروع کرنے سے پہلے کیا لیکن خطبہ ہی میں شامل رہیگا۔ اسے بے اصل قرار دینا جہالت۔ پھر خطبہ پہلے یا درمیان خطبہ میں نماز سلام وکلام وغیرہ دینی ودنیاوی ہرقسم کی گفتگو غیر خطیب کیلئے تو ناجائز وحرام ہے لیکن خطیب کیلئے صرف دنیاوی گفتگو مکروہ ہے مگر دینی گفتگو جیسے امر بالمعروف ممنوع نہیں خطبہ سے اول اور درمیان خطبہ ہروقت اس کے لئے جائز فتاوی ھندیہ میں ہے یُکْرَہُ لِلْخَطِیْبِ اَنْ یَّتَکَلَّمَ فِیْ حَالِ الْخُطْبَۃِ اِلَّااَنْ یَّکُوْنَ اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ کَذَافِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ ۔ بدائع میں ہے اِلَّااِذَا کَانَ الْکَلَامُ اَمْرًا بِالْمَعْرُوْفِ فَلَایُکْرَہُ لِمَارُوِیَ عَنْ عِمْرَانَ کَانَ یَخْطُبُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عُثْمَانُ فَقَالَ لَہ' اَیَّۃُ سَاعَۃٍ ھٰذِہٖ فَقَالَ مَازِدْتُ حِیْنَ سَمِعْتُ النِّدَاءِ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ

عَلیٰ اَنْ تَوَضَّاتُ فَقَالَ اَلْوُضُوْءُ اَيْضًا وَ قَدْعَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالْاِغْتِسَالِ ۔یعنی خطیب کا کلام جب امر بالمعروف تو مکروہ نہیں اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اسی اثناء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ کون سا وقت ہے؟ حضرت عثمان غنی نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین جب میں نے آذان سنی تو وضو سے زیادہ کچھ نہ کر سکا تب حضرت عمر نے فرمایا کہ صرف وضو! حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن غسل کا حکم دیا ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَمَّا اسْتَوىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ اِجْلِسُوْا فَسَمِعَ ذَالِكَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فَجَلَسَ عَلىٰ بَابِ الْمَسْجِدِ فَرَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَى اللّٰه عليه وسلم فَقَالَ تَعَالَ يَا اِبْنَ مَسْعُوْدٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤد ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے دن منبر پر کھڑے ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ حضرت ابن مسعود یہ سنکر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ اے عبد اللہ ابن مسعود آ جاؤ۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے آفتابِ نیمروز سے زیادہ روشن اور ظاہر ہے کہ درمیان خطبہ اور ابتدائے خطبہ میں خطیب کو امر بالمعروف جائز ہے۔ پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درمیان خطبہ حضرت عثمان غنی سے کلام فرمایا اس لئے خطیب کیلئے دونوں حالتوں میں امر بالمعروف کلام جائز غیر مکروہ ہے کیونکہ امر بالمعروف خطبہ ہی سے ملحق ہے اور خطبہ میں وعظ جائز امام علاء الدین ابوبکر کاسانی حنفی فرماتے ہیں وَ هٰذَا لِاَنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ يَلْتَحِقُ بِالْخُطْبَةِ لِاَنَّ الْخُطْبَةَ فِيْهَا وَعْظٌ فَلَمْ يَبْقَ مَكْرُوْهًا ان شواھد کی روشنی میں خوب روشن ہو گیا کہ "اُسْكُتُوْا يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ" امر بالمعروف ہے اس لئے اسکے جواز میں شبہ نہیں اسے بے اصل اور بدعت قرار دینا جہالت اور شریعت اسلامیہ سے ناواقفی کی دلیل ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

(۵) سلاطین اسلام کے نام خطبہ میں لینا ان کے لئے دعاء خیر کرنا اگر باحیات ہے تو اسکو امر بالمعروف کی تلقین کرنا جائز ہے ہاں البتہ انکے ان اوصاف کا ذکر حرام ہے جو ان میں نہ ہو۔ درمختار میں

ہے یَکْرَہُ تَحْرِیماً وَصَفُهٗ بِمَالَیْسَ فِیْهِ وَ یَکْرَہُ تَکَلُّمُهٗ فِیْهَا اِلَّا لِاَ مْرٍ بِمَعْرُوْفٍ لِاَ نَّهَا مِنْهَا رَدَّالْمُحْتَار میں ہے فَاِنَّ الدُّعَاءَ لِلسُّلْطَانِ عَلَی الْمَنَا بِرِقَدْ صَدَرَ الْاٰنَ مِنْ شَعَائِرِ السَّلْطَنَةِ وَمَنْ تَرَکَهٗ یَخْشٰی عَلَیْهِ۔ اور یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ عہد عثمانیہ میں ہی سلاطین عثمانیہ کے اسماء خطبہ میں شامل تھے ان کی جائز تعریف کی جاتی اور حکومت کے بقاء واستحکام کی دعاء کی جاتی تھی اور یہ ممنوع نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔ وَاَمَّا مَا اُعْتِیْدَ فِیْ زَمَانِنَا مِنَ الدُّعَاءِ لِلسَّلَاطِیْنِ الْعُثْمَانِیَّةِ اَیَّدَ هُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی سُلْطَانِ الْبَرَّیْنَ وَ الْبَحْرَیْنَ وَ خَادِمِ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْنِ فَلَا مَانِعَ مِنْهُ وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ عِلْمُهٗ اَتَمُّ وَ اَحْکَمُ ۔

کتبہ محمد معین الدین اشرفی المصباحی

۱۱ جمادی الاولی ۱۴۲۱ھ

۱۲ / ۸ / ۲۰۰۰ء

جامع اشرف، درگاہ کچھوچھہ شریف
دارالافتاء
امبیڈکر نگر (یوپی)

محمد معین الدین

عرس مبارک

مجدد زمانہ ابو حنیفہ ثانی مخدومنا و مولانا سید شہباز محمد
بھاگلپوری، قدس سرہ النورانی

۱۵/۱۶/۱۷/ صفر المظفر

زیر سرپرستی

سجادہ نشین خانقاہ شہبازیہ، بھاگلپور۔